تبلیغی جماعت، مدارس اور اہل تصوف

مضبوط ربط، احترام و رفاقت اور آپسی تعاون کی ضرورت

انکے بیچ کوئی غلط فہمی امت مسلمہ کا بڑا نقصان ہے۔

اہل علم و اہل ذکر کی مجلس میں استفادہ کی نصیحت

دین علم سے طرقی پاتا ہے ☆ علما کی خدمت کرو۔ ☆ علما کی خدمت میں چار وجہ سے جانا چاہئے۔

☆ علما ہی امانت کے اہل ہیں۔ ☆ بزرگوں سے اچھا گمان رکھیں ☆

تبلیغی جماعت کی محنت سے دین کی طلب اور قدر پیدا ہوتی ہے۔ آگے دین کی مکمل تعلیم و تربیت علما کی توجہ سے ہی ممکن

دین کی عمومی فضا و ماحول پر تبلیغی جماعت کے اثرات بارش کی طرح ہیں جس سے دین کے ہر شعبہ کو فائدہ ہے

تبلیغی جماعت کے افراد کی انفرادی غلطیاں ☆ عوام علما سے دور نہ ہوں۔ ☆ عوام علما سے قریبی رابطہ رکھیں

علما تدریس و تصنیف کے ساتھ عوام سے براہ راست رابطہ اور انکی اصلاح کی فکر کریں

تبلیغ اور وعظ کا فرق۔ ☆ تبلیغ کے لئے عالم ہونا شرط نہیں۔

وارثین انبیا علیہم السلام کو تدریس کے ساتھ عوام میں تبلیغ بھی کرنی ہے۔

تبلیغ خاص انفرادی طور پر ہر مسلمان کے ذمہ ہے

ایک گزارش اور دردمند اپیل

آجکل انٹرنیٹ پر کچھ حلقوں کی طرف سے یہ پھیلایا جارہاہے کی تبلیغی جماعت کے افراد مدارس کے خلاف ہیں۔ یاعلما اور اہل علم وذکر کی بے اکرامی کررہے ہیں۔ راقم لگ بھگ 20 سال سے دعوت وتبلیغ کے کام سے جڑا ہے۔ اور پورے ہندوستان میں جاتا رہاہے۔ اور خوانہ بدوش (کم پڑھے لکھے) سے لیکر بڑے بڑے تعلیم یافتہ جماعت کے ساتھیوں کے ساتھ چلا ہوں۔ مجھے تو ایسے لوگ نہیں ملے۔ اسکے بعد بھی میں انکار نہیں کررہاہوں کے ایسے لوگ بالکل نہیں ہیں۔ لیکن ایک بات صاف ہے کی تبلیغی جماعت کا سواد اعظم ایسا نہیں ہے۔

اسلئے جو لوگ اپنے ذاتی تجربہ کے بنیاد پر یہ بات پھیلا رہے ہیں کہ تبلیغی جماعت کے افراد مدارس کے خلاف ہیں۔ یاعلما اور اہل علم وذکر کی بے اکرامی کررہے ہیں ان سے درخواست ہے کے وہ اس کی وضاحت کردیں کہ تبلیغ کی اکثریت ایسی نہیں ہے۔ اور یہ تبلیغی جماعت کے بالکل بنیاد کے خلاف ہے۔ اور انہیں چاہیئے کہ وہ اپنی شکایت نظام الدین مرکز یارایونڈ مرکز لکھ دے۔ یہ دین کی بڑی خدمت ہوگی۔ اور اگر کوئی کسی اور وجہ سے یا کسی فرد سے ذاتی رنجش کی وجہ سے تبلیغی جماعت کے کام کو بدنام کرے گا تو یہ آخرت کے اعتبار سے بڑا خطرہ ہے۔

نقصان اسلام مسلمانوں اور انسانتد کا

تبلیاں‌جماعت عوام کی سطح پر مسلمانوں کو دین سے جوڑنے کی محنت ہے۔ جو سارے عالم .ں‌ر علماء کرام کی سر پرستی .ں‌بچل رہی ہے۔ اور اللہ ہی اتنے بڑے نظام کو چلا سکتا ہے۔ ورنہ اس مادیت کے دور جب ہر کوئی اپنی دناییڑھانے کی فکر .ں‌ڑہے۔ لاکھوں لوگ بغر اکسی پسہن‌اور مال کی لالچ .ں‌دا اپنا پسہا اور وقت خرچ کر کے ،تکلفن برداشت کرکے انسانتی کو اللہ کے دین سے جوڑنے کی فکر .ں‌لوگوں کے دروازہ پر جا رہے ہں‌لک کم علمی نادانی یا تعصب کی وجہ سے کچھ نادان مسلمان تبلیین‌جماعت کے خلاف عام مسلمانوں کو بہکاتے اور وسوسہ ڈالتے ہں‌د۔ تبلیات‌جماعت .ں‌ڑنہ کوئی پوسٹ نہ پسہن‌ممبرشپ اور فنڈ نہں‌ں‌ہے اسلئے اسکے نقصان اور فائدہ کا سوال ہی نہں‌ا۔ تبلیغع جماعت کی مخالفت دراصل اسلام ، مسلمانوں اور انسانتن کا نقصان ہے۔

تبلییی‌جماعت غلطوغں سے مبرہ نہں‌ا ہے۔

اس کا یہ مطلب نہں‌ع کہ تبلی‌ل‌جماعت غلطو،ں سے مبرہ ہے ۔اسکے افراد .ں‌و اور اسکے اصولوں .ں‌ر دونوں .ں‌ل غلطی کا امکان ہے اور اصلاح کی گنجائش ہے۔ اور علماء حق کی ذمہ داری اور وقت کی ضرورت ہے کہ اصلاح کی

باتوں پر ضرور گرفت کی جائے ۔ اور اس سلسلے .ں رتبلغ سے جڑے عوام سے لکرا علماء اکابر اور مرکز نظام الدین کے ذمہ دار کوئی مستثنٰی نہں ص

تبلیں جماعت کی ممکنہ غلطوں کے اصلاح کا طریقہ

اس کا طریقہ یہ ہے کہ افراد سے اگر کوئی غلطی ہو رہی ہے تو یہ واضح کر دیا جائے کہ یہ اس فرد کی غلطی ہے تبلیduجماعت کی نہں ہےاور اصول اور طریقہ کار .ں بکوئی اصلاح یا گرفت کی بات ہو تو مرکز نظام الدین یا مرکز رائونڈ سے براہ راست رابطہ کا جائے ۔ اس سلسلے .ں باگر سفر کرنے کی بھی ضرورت پشک آئے تو یہ دین کی بڑی خدمت ہوگی ۔ کورنکہ کروڑوں کی تعداد .ں سلوگ اس کام سے جڑے ہںں۔ اور آپ کو ان سب کی اصلاح اور آگے جڑنے والوں کی اصلاح کا ثواب ملے گا۔

تبلیغ سے جڑے لوگوں سے خاص درخواست

اسی کے ساتھ تمام تبلیغ سے جڑے لوگوں سے درخواست ہے کہ اگر کسی سے یہ غلطی ہوئی ہے تو اللہ سے اور اس بندہ سے معافی مانگے۔ اور اگر آپ کوئی تحریر ایسی دیکھیں تو اسکی طح میں جائیں۔ اور اگر بات صحیح ہے تو اپنے ساتھی کی اصلاح کریں۔ اور فرد کی مراتب کے اعتبار سے اپنے بڑوں تک پہنچائیں۔ تاکہ سب کی اصلاح ہو جائے۔

اور اگر غلط ہو تو یہ بات الزام لگانے والے پر پہچائیں کہ یہ بات غلط تھی، اور صبر کریں۔ میں نے اس طرح کی ایک واقعہ کی تحقیق کی تو معلوم ہوا کی دو شخص کی آپسی رنجش اصل وجہ تھی۔ اور وہ ساتھی کسی ترتیب سے نہیں جڑا تھا اور جماعت میں یا مقامی کام میں کوئی پابند نہیں تھا۔ بہر حال اگر کسی سے یہ غلطی ہوئی ہے تو اللہ سے اور اس بندہ سے معافی مانگے۔

رح یہ مضمون اس طرح کی بات اور تبلیغ اور مدارس سے جڑے تمام پہلوئوں پر ہمارے مضامین کا حصہ ہے۔ اس سلسلے کا کوئی مضمون بھی بھیج سکتے ہیں۔ دعا کی خصوصی درخواست ہے۔

ittehadummat@gmail.com

مدارس خانقاہ و تبلیغ کے باہمی ربط تعاون و رفاقت سے امت کا نفع

مکتوب گرامی حضرت مولانا محمد طلحہ کاندھلوی صاحب دامت برکاتہم

!مکرمان و محترمان حضراتِ اکابر و ذمہ دارانِ مدارس... السلام علکمہ و رحمۃ اللہ و برکاتہ "

اللہ پاک کا شکر ہے! بندہ بعافتم ہے' امدت ہے بعافتک ہوں گے' آج ذمہ داران مدرسہ کو ایسے علماً تادر کرنے چاہئں کہ جن کی پڑھنے ہی کے زمانہ ملںے پڑھانے کی تتک کرائی جائے' وہ فارغ ہوکر پڑھائںاور پڑھنے ہی کے زمانہ ںکہ تھوڑا وقت لگا کر دعوت و تبلعپ سے مناسبت پدراا کریں' اور پڑھنے کے زمانہ ںو جس کی طرف اس کا رجحان ہو' بعتڑ کا تعلق کرادیں' تاکہ پڑھنے کے ساتھ سلوک سے مناسبت ہوجائے' **پھر وہ جہاں بٹھے تنو اُں کام کرنے والا ہو: ایک طرف تعلمک دے رہا ہو' اور ایک جگہ تبلعبکی خدمت کررہا ہو' اور ایک طرف اپنے معمولات پورے کررہا ہو' اور دوسروں کے معمولات پورے کرانے کا ذریعہ بن رہا ہو' آج پوری دناںملںے ہر سال اتنے علماً فارغ ہونے کے باوجود' مکاتب ںرپڑھانے والے نہںںملتے' مدارس کی کتابںںپڑھانے والے نہںںملتے' مراکز ںم جماعتںن لے کر چلنے والے نہںںملتے اور خانقاہوں ںںذاکرین کی وہ مقدار نہںںہوتی جیتے ہونی چاہئے' پوری دنا ںںجو کچھ اس لائن سے نظر آرہا ہے' وہ صُفّہ پر ایک ہی جگہ ہورہا تھا'** وہںاُ مبلعنِ تامر ہورہے تھے 'وہںے مجاہدین تارر ہورہے تھے' آج ضرورت اس بات کی ہے کہ صُفّہ کی ترتب پر سارے اعمال ایک ہی جگہ ہورہے ہوں' ںںا آپ حضرات سے درخواست کرتا ہوں کہ پوری دنا ںںہ یہ ماحول بنایا جائے' اللہ تعالیٰ ہمںم ۰۰۰اس کی توفقم عطا فرمائے

فقط والسلام محمد طلحہ کاندھلوی (ابن و جانشنج شحخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا مہاجر مدنی نور اللہ مرقدہ)

محرم" الحرام ۱۴۲۶ھ۔/۲۱)

وضاحت: یہ خط انٹرنیٹ نیچے لنک پر موجود تھا۔ موضوع سے متعلق کی وجہ سے شامل کردیا ہے۔ اس کتاب کے لئے خاص نہیں لکھا گیا ہے۔

Source http://www.banuri.edu.pk/node/347

تبلیغی جماعت، مدارس اور اہل تصوف

مضبوط ربط، احترام ورفاقت اور آپسی تعاون کی ضرورت

انکے بیچ کوئی غلط فہمی امت مسلمہ کا بڑا نقصان ہے۔

تحریر شیخ الحدیث مولانا محمد زکریاؒ

تبلیغی جماعت، مدارس اور اہل تصوف

مضبوط ربط، احترام ورفاقت اور آپسی تعاون کی ضرورت

انکے بیچ کوئی غلط فہمی امت مسلمہ کا بڑا نقصان ہے۔

فہرست

علما کی خدمت کرو۔

علما کی خدمت میں چار وجہ سے جانا چاہئے۔

تبلیغی جماعت کی محنت سے دین کی طلب اور قدر پیدا ہوتی ہے۔ آگے دین کی مکمل تعلیم و تربیت علما اور صلحا کی توجہ سے ہی ممکن ہے۔

علما ہی امانت کے اہل ہیں۔

بزرگوں سے اچھا گمان رکھیں۔

علما عوام سے دور نہ ہوں۔

کیا تبلیغ میں علما کی اہانت ہے؟

تبلیغی جماعت کے افراد کی انفرادی غلطیاں

علما کی خدمت میں حاضری عبادت سمجھی جائے۔

تبلیغ اور وعظ کا فرق۔

تبلیغ کے لئے عالم ہونا شرط نہیں۔

وارثین انبیا علیہم السلام کو تدریس کے ساتھ عوام میں تبلیغ بھی کرنی ہے۔

تبلیغ خاص انفرادی طور پر ہر مسلمان کے ذمہ ہے۔

تبلیغ مدرسہ اور خانقاہوں میں کوئی مقابلہ نہیں بلکہ تعاون

اکابر علما کرام کا تبلیغی جماعت کی سرپرستی اور تعلق

یہ کتاب

دراصل حضرت شیخ الحدیث مولانا زکریاؒ کی تصنیف

جماعت تبلیغ پر اعتراضات کے جوابات

اضافہ شدہ ایڈیشن کا ایک چیپٹر ہے۔

جسے حضرت حافظ اسلم زاھد صاحب نے ترتیب دیا ہے۔

جسے افادہ عام کی غرض سے الگ سے شائع کیا جارہا ہے۔

اللہ مصنف کو بہترین جزائے خیر عطا فرمائے۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

پوری کتاب نیچے کے لنک پر ڈاون لوڈ کر سکتے ہیں

http://ia601701.us.archive.org/3/items/JamatETableeghPerAiterazaatKayJawabaatByShaykhHafizMuhammadAslam/JamatETableeghPerAiterazaatKayJawabaatByShaykhHafizMuhammadAslamZahid.pdf

https://nmusba.wordpress.com/2013/07/02/jamat-e-tableegh-per-aiterazaat-kay-jawabaat-by-shaykh-hafiz-muhammad-aslam-zahid/

مزید کتابیں ان لنک پر موجود ہے

http://islamic-book-library.blogspot.in/

https://nmusba.wordpress.com/category/tableegh/

علم و ذکر کے متعلق مولانا محمد الیاسؒ کے ملفوظات

حضرت دہلویؒ کے ملفوظات میں ہے:

(**ملفوظ نمبر ۱**) ایک بار فرمایا جس کو مولانا ظفر احمد صاحب بھانجہ حضرت حکیم الامۃ تھانوی نور اللہ مرقدہٗ نے اپنے ملفوظات میں جو انہوں نے نظام الدین کے قیام میں جمع کیے اور وہ حضرت دہلویؒ کے ملفوظات میں طبع بھی ہو گئے لکھا ہے کہ مولانا نے ایک بار فرمایا کہ ہماری تبلیغ میں علم و ذکر کی بڑی اہمیت ہے بدون علم کے نہ عمل ہو سکے نہ عمل کی معرفت اور بدون ذکر کے علم ظلمت ہی ظلمت ہے۔ اس میں نور نہیں ہو سکتا۔ مگر ہمارے کام کرنے والوں میں اس کی کمی ہے، میں نے (مولانا ظفر احمد صاحب نے) عرض کیا تبلیغ خود بہت اہم ہے۔ اس کی وجہ سے ذکر میں کمی ہونا ویسا ہی ہے جیسا حضرت سید صاحب بریلوی قدس سرہٗ نے جس وقت جہاد کی تیاری کے لیے اپنے خدام کو بجائے ذکر و شغل کے نشانہ بازی اور گھوڑے کی سواری میں مشغول کر دیا، تو بعض نے یہ شکایت کی کہ اس وقت پہلے جیسے انوار نہیں ہیں تو حضرت سید صاحب نے فرمایا کہ ہاں اس وقت ذکر کے انوار نہیں ہیں جہاد کے انوار ہیں اور اس کی اس وقت ضرورت ہے، فرمایا (یعنی حضرت دہلویؒ نے) مگر مجھے علم اور ذکر کی کمی کا قلق ہے اور یہ کمی اس واسطے ہے کہ اب تک اہل علم اور اہل ذکر اس میں نہیں لگے ہیں۔ اگر یہ حضرات آکر اپنے ہاتھ میں کام لے لیں تو یہ کمی بھی پوری ہو جائے، مگر علماء اور اہل ذکر تو ابھی تک اس میں بہت کم آئے ہیں۔

تشریح:......اب تک جو جماعتیں تبلیغ کے لئے روانہ کی جاتی ہیں ان میں اہل علم اور اہل نسبت کی کمی ہے۔ جس کا حضرت کو قلق تھا۔ کاش اہل علم اور اہل نسبت بھی ان جماعتوں میں شامل ہو کر کام کریں تو یہ کمی پوری ہو جائے الحمد للہ مرکز تبلیغ میں اہل علم اور اہل نسبت موجود ہیں، مگر وہ چند گنتی کے آدمی ہیں اگر وہ ہر جماعت کے ساتھ جایا کریں تو مرکز کا کام کون سر انجام دے۔ (ملفوظات)

(**ملفوظ نمبر ۲**) ایک دن بعد نماز فجر جب کہ اس تحریک میں عملی حصہ لینے والوں کا نظام الدین کی مسجد میں بڑا مجمع تھا، اور حضرت مولانا کی طبیعت اس قدر کمزور تھی کہ بستر پر لیٹے لیٹے بھی دو چار لفظ باآواز نہیں فرما سکتے تھے تو اہتمام سے ایک خاص خادم کو طلب فرمایا، اور اس کے

واسطے سے اس پوری جماعت کو کہلوایا کہ آپ لوگوں کی یہ ساری چلت پھرت اور ساری جدو جہد بیکار ہوگی اگر اس کے ساتھ علم دین اور ذکر اللہ کا پورا اہتمام آپ نے نہیں کیا بلکہ سخت خطرہ اور قوی اندیشہ ہے کہ اگر ان دو چیزوں کی طرف سے تغافل برتا گیا تو یہ جد و جہد مبادا فتنہ اور ضلالت کا ایک نیا دروازہ نہ بن جائے دین کا اگر علم ہی نہ ہو تو اسلام اور ایمان محض رسمی اور رسمی ہے، اور اللہ کے ذکر کے بغیر اگر علم ہو بھی تو وہ سراسر ظلمت ہے اور علیٰ ہذا اگر علم دین کے بغیر ذکر اللہ کی کثرت بھی ہو تو اس میں بھی بڑا خطرہ ہے۔ الغرض علم میں نور ذکر سے آتا ہے، اور بغیر علم دین کے ذکر کے حقیقی برکات وثمرات حاصل نہیں ہوتے۔ بلکہ بسا اوقات ایسے جاہل صوفیوں کو شیطان اپنا آلہ کار بنا لیتا ہے۔ لہٰذا علم اور ذکر کی اہمیت کو اس سلسلہ میں کبھی فراموش نہ کیا جائے اور اس کا ہمیشہ خاص اہتمام رکھا جائے ورنہ آپ کی یہ تبلیغی تحریک بھی بس ایک آوارہ گردی ہو کر رہ جائے گی اور خدا نہ کرے آپ لوگ سخت خسارہ میں رہیں گے۔

(**ملفوظ نمبر ۳**) ایک بار فرمایا کہ میں ابتداء میں اس طرح ذکر کی تعلیم دیتا ہوں (یہاں اوراد کی تفصیل ہے اس کے بعد فرمایا) علم بدون ذکر کے ظلمت ہے اور ذکر بدون علم کے بہت سے فتنوں کا دروازہ ہے۔

(**ملفوظ نمبر ٤**) فرمایا کہ دو چیزوں کا مجھے بڑا فکر ہے ان کا اہتمام کیا جائے ایک ذکر کا کہ اپنی جماعت میں اس کی کمی پا رہا ہوں ان کو ذکر بتلایا جائے۔ دوسرے اہل اموال کو مصرف زکوٰۃ سمجھایا جائے ان کی زکوٰتیں اکثر برباد جا رہی ہیں مصرف میں خرچ نہیں ہوتیں۔ (مضمون طویل ہے)

(**ملفوظ نمبر ٥**) فرمایا علم سے عمل پیدا ہونا چاہئے اور عمل سے ذکر پیدا ہونا چاہیے جب ہی علم، علم ہے اور عمل، عمل ہے، اگر علم سے عمل پیدا نہ ہوا تو سراسر ظلمت ہے۔ اور عمل سے اللہ کی یاد دل میں پیدا نہ ہوئی تو پھس پھسا ہے، اور ذکر بلا علم بھی فتنہ ہے۔

(**ملفوظ نمبر ٦**) فرمایا کہ ذکر اللہ شر شیاطین سے بچنے کے لئے قلعہ اور حصن حصین ہے لہٰذا جس قدر غلط اور برے ماحول میں تبلیغ کے لئے جایا جائے شیاطین جن وانس کے برے اثرات سے اپنی حفاظت کے لئے اسی قدر زیادہ ذکر اللہ کا اہتمام کیا جائے۔

(**ملفوظ نمبر ۷**) فرمایا مجھے جب بھی میوات جانا ہوتا ہے تو میں ہمیشہ اہل خیر اور اہل ذکر

کے مجمع کے ساتھ جاتا ہوں پھر بھی عمومی اختلاط سے قلب کی حالت اس قدر متغیر ہو جاتی ہے کہ جب تک اعتکاف کے ذریعہ اس کو غسل نہ دوں یا چند روز کے لئے سہارنپور یا رائپور کے خاص مجمع اور خاص ماحول میں جا کر نہ رہوں قلب اپنی حالت پر نہیں آتا، دوسروں سے بھی کبھی کبھی فرمایا کرتے تھے دین کے کام کے لئے پھرنے والوں کو چاہیے کہ گشت اور چلت پھرت کے طبعی اثرات کو خلوتوں کے ذکر و فکر کے ذریعہ دھویا کریں۔

(**ملفوظ نمبر ۸**) ارشاد فرمایا کہ علم و ذکر کو مضبوطی سے تھامنے کی زیادہ سے زیادہ ضرورت ہے (اس کے بعد طویل ارشاد علم و ذکر کی حقیقت میں ہے جس میں یہ فرمایا کہ علم نام صرف جاننے کا نہیں) دیکھو یہود اپنی شریعت اور اپنے آسمانی علوم کے کیسے عالم تھے کہ حضور اقدس ﷺ کے نائبوں کے نائبوں تک کے حلیے نقشے حتیٰ کہ ان کے جسم کے تل کے متعلق بھی ان کو علم تھا لیکن کیا ان باتوں کے صرف جاننے نے ان کو کوئی فائدہ دیا؟

یہ چند ملفوظات مختصر لکھوائے ہیں، حضرت دہلوی اور حضرت مولانا محمد یوسف صاحب نور اللہ مرقدہما کی تقاریر ان کے ملفوظات اور ارشادات اور مکاتیب کثرت سے شائع ہو چکے ہیں۔ حضرت دہلویؒ کے ایک مکتوب کے چند فقرے نقل کراتا ہوں جو میوات کے کارکنوں کے نام لکھا گیا اور حضرت دہلویؒ کے مکاتیب میں طبع شدہ ہے "دوستو اور عزیزو! تمہارے ایک ایک سال دینے کی خبر سے جو ابھی سے مسرت ہو رہی ہے وہ تحریر سے باہر ہے اللہ تعالیٰ قبول فرمائے، اور توفیق مزید عطا فرمائے۔ میں چند باتوں کی طرف آپ صاحبان کی توجہ مبذول کرانا چاہتا ہوں۔

(الف) اپنے اپنے حلقے کے ان لوگوں کی فہرست جمع کر کے مجھے اور شیخ الحدیث صاحب کو کہ جو ذکر شروع کر چکے ہیں یا اب کر رہے ہیں* یا چھوڑ چکے ہیں۔

(ب) دوسرے جو بیعت ہیں اور ان کو بیعت کے بعد جو بتلایا جاتا ہے اس کو نباہ رہے ہیں یا نہیں؟

(ج) ہر مرکز میں جو مکاتب ہیں ان کی نگرانی اور جدید مکاتب کی جہاں جہاں ضرورت ہے۔

(د) تم خود بھی ذکر اور تعلیم میں مشغول ہو یا نہیں اگر نہیں ہو تو بہت جلد اب تک کی غفلت پر

نا دم شروع کردو، الف سے مراد یہ کہ جن کو بارہ تسبیح بتائی ہیں وہ پابندی سے پورا کرتے ہیں یا نہیں اور انہوں نے ہم سے پوچھ کر کیا ہے یا خود اپنی تجویز سے ذکر کرنے والوں کو دیکھ کر شروع کیا ہے ہر ہر شخص سے دریافت کرکے نمبر وار تفصیل سے لکھو۔

(ہ) اپنے مرکزوں سے ہر ہر نمبر کے متعلق نمبر وار تفصیل کے ساتھ کارگزاری میرے اور شیخ الحدیث صاحب کے پاس روانہ کرنے کا اہتمام ہو۔

(و) جو ذکر بارہ تسبیح کر رہے ہیں ان کو آمادہ کرو کہ وہ ایک ایک چلہ رائپور جاکر گذاریں۔

(ز) میرے دوستو! تمہارے نکلنے کا خلاصہ تین چیزوں کا زندہ کرنا ہے، ذکر، تعلیم، تبلیغ یعنی تبلیغ کے لئے باہر نکالنا۔ اوران کو ذکر و تعلیم کا پابند کرنا۔ (مکاتیب)

مولانا محمد یوسفؒ اور علم و ذکر کی اہمیت

سوانح یوسفی میں لکھا ہے کہ مولانا محمد یوسف صاحبؒ یقین اور نماز کو اس کام کی بنیاد سمجھتے ہوئے علم و ذکر کو دعوت و تبلیغ کی تحریک کے دو بازو قرار دیتے تھے اور ہمیشہ اپنی تقریروں اور مکاتیب میں اس کی طرف پوری طرح متوجہ فرماتے تھے۔ اپنے ایک اہم مکتوب میں تحریر فرماتے ہیں ''علم و ذکر اس کام کے دو بازو ہیں، ان میں کسی ایک کی کمی اور سستی اصل کام کے لئے سخت مضر اور کمزور کرنے والی ہے، ہر ایک اپنی جگہ نہایت ضروری و لابدی ہے۔ علم و ذکر کے مراکز خانقاہیں اور مدارس ہیں، ہم اپنے دونوں بازؤں کو قوی کرنے کے اندر ہر طرح ہر وقت اہل علم علماء صلحاء مشائخ کے محتاج ہیں وہ ہمارے بالخصوص ان دو اہم امور میں مقتدا ہیں چونکہ ان کے پاس علم نبوت اور جواہر نبوت موجود ہیں، ہمارے ذمہ لازم ہے کہ ہم اس علم و ذکر کی وجہ سے ان کی خوب قدر کریں۔ ان کی خدمت کریں ان کی صحبت کو اپنے لئے باعث اصلاح و نجات سمجھیں، اسی بنا پر تبلیغ کے اہم نمبروں میں سے ہے علماء اور مشائخ کی زیارت اور ان سے دعاؤں کو لینا ان کے سامنے حالات تبلیغ سنانا اور مفید مشورہ حاصل کرنا۔ مفتی عزیز الرحمٰن صاحب سوانح حضرت جی میں لکھتے ہیں ''ایک دفعہ میں نے مولانا سے اپنی درسی مصروفیات کی شکایت کی اور عرض کیا کہ میں پڑھانے سے اس قدر تھک گیا ہوں کہ جی چاہتا ہے کہ تھوڑے دنوں کے لئے کوئی آدمی مل جائے تو درسی ذمہ داری اس کے سپرد کر کے کچھ دن تبلیغ میں لگادوں تو

فرمایا ہرگز نہیں تبلیغ سے پہلے بھی یہی کام کرنا ہے اور تبلیغ کے بعد بھی یہی کام کرنا ہے، لوگ ہمیں کہتے ہیں کہ ہم مدرسوں کے مخالف ہیں حالانکہ یہ غلط ہے، ہم پڑھانے کو بنیادی کام سمجھتے ہیں اور حد یہ ہے کہ خود پڑھاتے ہیں، ہم تو یہ چاہتے ہیں کہ پڑھانے کے کام کے ساتھ تبلیغ کو بھی لگائے رکھو۔ (سوانح یوسفی عزیزی)

اہل علم کی مجلس میں علم وذکر کے متعلق استفادہ کریں

حضرت دہلویؒ اپنے ایک طویل مکتوب میں تحریر فرماتے ہیں اپنے وقتوں کو صبح وشام اور کچھ حصہ شب کا اپنی حیثیت کے مناسب ان دو چیزوں (تحصیل علم وذکر) میں مشغول رکھنا۔

سوانح حضرت دہلویؒ میں علی میاں لکھتے ہیں "آپ نے میواتیوں کو دیوبند، سہارنپور، رائپور اور تھانہ بھون کی طرف بھیجنا شروع کیا اور ہدایت فرمائی کہ بزرگوں کی مجلسوں میں تبلیغ کا ذکر نہ کریں پچاس ساٹھ آدمی ماحول کے دیہاتوں میں گشت کریں اور آٹھویں روز قصبہ میں جمع ہو جائیں پھر وہاں سے دیہات کے لئے تقسیم ہو جائیں حضرات اکابر کی طرف سے اگر پوچھا جائے تو بتلا دیا جائے، از خود کچھ ذکر نہ کیا جائے" شیخ الحدیث مولانا زکریا صاحب کو ایک خط میں تحریر فرماتے ہیں "میری ایک پرانی تمنا ہے کہ خاص اصولوں کے ساتھ مشائخ طریقت کے یہاں یہ جماعتیں آداب خانقاہ کی بجا آوری کرتے ہوئے خانقاہوں میں فیض اندوز ہوں اور جس میں باضابطہ خاص وقتوں میں حوالی کے گاؤں میں تبلیغ بھی جاری رہے اس بارے میں ان آنے والوں سے مشاورت کر کے کوئی طرز مقرر فرما رکھیں، یہ بندہ ناچیز بھی اس ہفتہ بہت زیادہ اغلب ہے کہ چند فقراء کے ساتھ حاضر ہو، دیوبند اور تھانہ بھون کا بھی خیال ہے۔ مولانا یوسف صاحبؒ اپنے منتسبین اور تبلیغی کام سے تعلق رکھنے والوں کو برابر، دیوبند حضرت مدنیؒ کی خدمت میں اور رائپور حضرت مولانا عبد القادر صاحب رائپوریؒ کی خدمت میں حاضری اور وہاں کچھ وقت صرف کرنے اور زیادہ سے زیادہ استفادہ کرنے پر زور دیتے تھے۔ (حضرت حکیم الامۃ قدس سرہٗ کا وصال مولانا یوسف صاحب کے دور سے پہلے ہو چکا تھا) اپنے ایک پرانے تعلق رکھنے والے صاحب کو اس سلسلہ میں ایک مکتوب لکھتے ہوئے کتنے اہتمام سے ہدایت فرماتے ہیں۔

''آپ کے لئے باہمی مشورہ سے رائپور کا قیام طے ہوا، نہ صرف ایک چلہ کے لئے بلکہ تین چلوں تک آپ حضرت کے پاس بخوشی رہیں، حضرت عالی کی صحبت مبارکہ کو کیمیا اور اخلاق کے بلند ہونے کا بڑا علاج تصور فرماتے ہوئے وہاں کے آداب کی پوری پوری رعایت کرتے ہوئے ذکر الٰہی کا شوق اور محبت ربانیہ کی پیداوار کی کوشش میں رہیں''

ہم سے تو کچھ نہ ہوسکا آپ ہی اس عظیم ترین دولت کی تحصیل میں لگ جائیں اللہ پاک وہاں آپ کے قیام کو ہماری نجات ومغفرت کا ذریعہ قرار دے۔ حضرت سے بعد سلام مسنون اس عاجز وناچیز کے لئے دعاء کی درخواست عرض کردیں اور تمام منتسبین ومقیصین بارگاہ کو بھی''

بندہ محمد یوسف غفرلہ (سوانح یوسفیؒ)

اشکال نمبر ۴: تبلیغ مدارس کے نقصان کا ذریعہ ہے

مخالفت کا پروپیگنڈہ غلط ہے تبلیغی جماعت سے مدارس کو نقصان پہنچ رہا ہے یہ لوگ مدارس کی مخالفت کرتے ہیں یہ اعتراض بھی نہایت ہی لغو اور بے اصل ہے اس پہلے نمبر میں...... مدارس...... علم وذکر کی جو اہمیت بیان ہو چکی ہے،.... اس کے بعد یہ کہنا کہ مدارس کو نقصان پہنچتا ہے یا یہ لوگ مدارس کی مخالفت کرتے ہیں جتنا بے اصل ہے ظاہر ہے۔ ایک مرتبہ اس ناکارہ سے حضرت اقدس شیخ الاسلام مولانا مدنی نوراللہ مرقدہٗ نے ارشاد فرمایا کہ یہ تبلیغی لوگ مدارس کے چندہ کو منع کرتے ہیں میں نے عرض کیا کہ یہ کسی سفیر کی روایت ہوگی، سفراء مدارس اس کے ضرور شاکی ہیں اور میں خود بھی چونکہ مدرسہ والا ہوں اس لئے میرے پاس بھی اس قسم کی شکایتیں سفراء کی طرف سے پہنچتی رہتی ہیں، میں نے عرض کیا کہ اس کی اصلیت یہ ہے کہ تبلیغی اکابر کی طرف لوگوں کی رجوعات کی کثرت اور تبلیغی اجتماعات بہت بڑی مقداروں میں ہونے لگے ہیں، کسی اجتماع کے موقع پر کسی مدرسہ کا سفیر گیا ہوا ہوتا ہے وہ یہ چاہتا ہے کہ یہ تبلیغی احباب اپنے اجتماعات میں ہمارے مدرسوں کے لئے تحریک کردیں یا کم ازکم ان کو تقریر کا موقع دیں تاکہ وہ اس اجتماع کو وصول کرتے ہوئے اپنے مدرسہ کے لئے چندہ تحریک کریں، اوران دونوں باتوں کو تبلیغی حضرات قبول نہیں کرتے اور کرنا بھی نہیں چاہئے اس لیے کہ چندہ مانگنا ان کے اصول کے خلاف ہے اور جب وہ عذر کرتے ہیں۔ تو یہ اس کو اس عنوان

سے تعبیر کرتے ہیں کہ یہ مدارس کے خلاف ہیں، میں نے حضرت سے عرض کیا مجھ سے متعدد سفراء نے یہ شکایتیں کیں اور جب میں نے ان سے پوچھا کہ کس نے اور کہاں مخالفت کی تو ان کی نشاندہی پر واقعہ کی تحقیق کی تو یہی معلوم ہوا جو میں نے اوپر عرض کیا، حضرتؒ نے فرمایا کہ روایت تو ایک مدرسہ کے سفیر ہی کی تھی فقط اس قسم کے اعتراضات زیادہ تر سفراء کی طرف سے آتے ہیں، یا ان لوگوں کی طرف سے جن سے سفراء یہ شکایت کرتے ہیں اس میں شک نہیں کہ چندہ مانگنا ان لوگوں کے اصول کے خلاف ہے، اللہ ان کو اپنے اس عزم پر باقی رکھے۔ یہاں مدرسہ کی مسجد میں چند سال ہوئے مغرب کی نماز کے بعد ایک شخص نے اعلان کیا کہ میں نظام الدین سے آیا ہوں تبلیغ میں جارہا ہوں میرے پاس کرایہ نہیں رہا۔ اہل خیر اپنی ہمت کے موافق کچھ مدد فرمائیں، میں نے اسی وقت اعلان کیا کہ یہ شخص جھوٹا ہے تبلیغ والوں کو چندہ مانگنے کی مرکز سے ہرگز اجازت نہیں اس کو کوئی چندہ نہ دے مدرسہ کی مسجد سے وہ فوراً چلا گیا، مگر معلوم ہوا شہر کی دوسری مساجد میں وہ اسی عنوان سے چندہ کرتا رہا۔ حضرت تھانوی نور اللہ مرقدہٗ کے ملفوظات میں ہے ''جہاں وعظ کہہ کر چندہ مانگا سب اثر گڑ بڑ ہو گیا، بڑے زور وشور کی تقریر گھنٹہ دو گھنٹہ کی محنت ایک لفظ چندہ کے کہتے ہی سب ختم، علماء صرف تبلیغ کریں جب ہی تبلیغ مؤثر ہو سکتی ہے۔ (افاضات)

کلکتہ کے اور ممبئی کے بعض تاجروں سے ایک مدرسہ کے بڑے ذمہ دار نے یہ شکایت کی کہ تبلیغ والوں سے مدارس کے چندہ کو نقصان پہنچتا ہے، ان لوگوں نے مختلف مواقع پر ایک ہی جواب دیا کہ ہم لوگ تو ان مدارس کو چندہ تبلیغ ہی کی برکت سے دے رہے ہیں، آپ دس برس پہلے کی روداد یں نکال کر دیکھ لیں اور اب کی روداد یں نکال کر دیکھ لیں اور موازنہ کریں کہ ہمارے شہروں سے ان دس برسوں میں چندہ میں کتنا اضافہ ہوا۔ حضرت دہلوی نور اللہ مرقدہ کی سوانح میں حضرت دہلویؒ کا ایک مکتوب درج ہے جو میوات کے چند دینداروں کے نام لکھا گیا ہے، جس میں اس حقیقت کی وضاحت فرمائی تھی۔ ''دین کے ادارے اور جتنے بھی ضرورت کے امور ہیں ان سب کے لئے تبلیغ (صحیح) اصول کے ساتھ ملک ملک پھرتے ہوئے کوشش کرنا بمنزلہ زمین ہموار کرنے کے ہے اور بمنزلہ بارش کے ہے، اور دیگر جتنے بھی امور ہیں وہ اس زمین مذہب کے اوپر بمنزلہ باغات کی پرورش کرنے کے ہیں، باغات کی ہزاروں اقسام ہیں کوئی کھجوروں کا ہے کوئی اناروں کا ہے، کوئی

سیبوں کا، باغ ہزاروں چیزوں کے ہو سکتے ہیں، لیکن کوئی باغ دو چیزوں کے اندر پوری پوری کوشش کرنے کے بغیر نہیں ہوسکتا پہلی چیز زمین کا ہموار اور درست ہونا، زمین کے ہموار کرنے میں کوشش کئے بغیر یا زمین میں کوشش کر کے خود ان باغات کی مستقل پرورش کئے بغیر کسی طرح باغات پرورش نہیں پاسکتے۔ سو دین میں تبلیغی امور کی کوشش یہ تو زمین مذہب ہے، اور سب ادارے باغ ہیں، اب تک زمین مذہب ایسی ناہموار اور ہر طرح کی پیداوار اور باغات سے اس قدر نا مناسب واقع ہو رہی ہے کہ کوئی باغ اس پر نہیں لگتا حضرت دہلوی کی رائے یہ تھی جس کو انہوں نے مختلف عناوین سے ملفوظات میں مکاتیب اور ارشادات میں ظاہر کیا ہے کہ ان کی تبلیغ مدارس اور خانقاہوں کی ترقی کا ذریعہ ہے۔ ایک جگہ حضرت دہلویؒ کا ایک مکتوب نقل کیا ہے علی میاں حضرت دہلویؒ کی سوانح میں لکھتے ہیں کہ مولانا مدارس دینیہ کے وجود کو مسلمانوں کے لئے نہایت ضروری سمجھتے تھے اور اس سایہ رحمت کے مسلمانوں کے سروں سے اٹھ جانے کو موجب وبال اور قہر سمجھتے تھے، لوگوں کی ناقدردانی اور غفلت سے دینی مدارس اور مکاتیب کی ایک بڑی تعداد میوات میں معطل ہوگئی تھی۔ شیخ رشید احمد صاحب کو اسی خط میں اس کے متعلق تحریر فرماتے ہیں ''لوگوں کو یہ بات ذہن نشین کرانے میں آپ ہمت فرمادیں کہ سینکڑوں مدرسوں کا سست پڑ جانا یا بند ہو جانا اہل زمانہ کے لیے نہایت وبال اور نہایت بازپرس کا خطرہ رکھتا ہے۔ کہ قرآن دنیا سے مٹتا چلا جائے اور ہمارے پیسوں میں اس کا کوئی حصہ اور ہمارے دلوں میں اس کا کوئی درد نہ ہو یہ سب باتیں خطرناک ہیں۔''

(سوانح مولانا محمد الیاس صاحبؒ)

اشکال نمبر۵: جماعتوں میں علماء کی اہانت ہوتی ہے۔

یہ اعتراض بھی بہت کثرت سے آرہا ہے کہ تبلیغ والے علماء کی اہانت کرتے ہیں۔ جہاں تک علماء کی اہانت کا تعلق ہے اس دور فساد میں کون سا طبقہ کون سی جماعت ایسی ہے جو علماء کی اہانت نہیں کر رہی ہے، اگر ان میں سے کچھ لوگ تبلیغی جماعت میں بھی شریک ہو جائیں تو اس چیز کو تبلیغی جماعت کی طرف منسوب کرنا صریح ظلم ہے علماء کی اہانت کے متعلق تو یہ ناکارہ اپنے رسالہ ''اعتدال'' میں تقریباً پچاس صفحے پر بہت تفصیل سے گفتگو کر چکا ہے، اس میں اس اعتراض کو بھی اور

اس کی وجوہ کو بھی بہت تفصیل سے لکھا ہے جہاں تک تبلیغی جماعت کا تعلق ہے میرے علم میں تو یہ ہے کہ علماء کے احترام کی مرکز اور اکابر تبلیغ کی طرف سے بہت تاکید ہوتی ہے، اگر اس کے خلاف کسی کا قول یا فعل ہو تو اس کا ذاتی فعل یا قول ہے۔ میں اس سے پہلی فصل میں جہاں مدارس کے نقصان کا بیان کر چکا ہوں وہاں بہت سے تاجروں اور رئیسوں کا مقولہ جو متعدد علماء بلکہ خود مجھ سے بھی کہا گیا ہے کہ حضرت جی ہم لوگ تو آپ سے بہت خفا اور دور رہتے تھے۔ اس تبلیغ کی بدولت آپ تک پہنچنا ہوا۔ یہ مقولہ بلا تصنع بلا مبالغہ سو آدمیوں سے زائد سے میں نے سنا ہوگا۔ اس سے کس کو انکار ہو سکتا ہے کہ ممبئی شہر میں علماء حقہ میں تبلیغ سے پہلے جانا کتنا دشوار تھا، اور وعظ کہنے کا تو واہمہ بھی نہیں ہو سکتا تھا۔ حضرت حکیم الامۃ نور اللہ مرقدہ کو اپنی اہلیہ محترمہ کی حج سے واپسی پر ممبئی تشریف لے جانے پر کس قدر اذیت دی گئی کہ مخالفین نے بجلی کے تار کاٹ دیئے مکان کا محاصرہ کر لیا اور حضرت قدس سرہٗ پر حملہ کیا۔ میزبان کی خوش اسلوبی اور بہترین انتظام کی وجہ سے حضرت اقدس سرہٗ کو اس مکان سے دوسرے مکان میں اندھیرے کے اندر پہنچایا گیا۔

۳۸ھ میں جب حضرت سہارنپوری قدس سرہٗ تین سو خدام کے ساتھ حج میں تشریف لے جا رہے تھے یہ ناکارہ بھی اس میں ہم رکاب تھا تو اہل ممبئی کے شری اور فسادی مخالفین کے خوف سے حضرت کو مع قافلہ کے ممبئی سے دس میل دور ایک قبرستان میں ٹھہرایا گیا تھا اور وہاں خیمے لگائے گئے تھے۔ علماء دیوبند کا ممبئی میں علی الاعلان جانا کس قدر دشوار تھا۔ اس سے ظاہر ہے کہ ممبئی کی کسی مسجد میں کسی معروف دیوبندی کا نماز پڑھ لینا معلوم ہو جاتا تو اس مسجد کو پاک کرایا جاتا تھا، لیکن اب وہی ممبئی ہے کہ جہاں علماء حقہ کی طلب اور بلانے کے تقاضے اتنی کثرت سے ہوتے ہیں کہ ان کا پورا کرنا بھی مشکل ہے، جہاں تک تبلیغی اکابر کے ارشادات کا تعلق ہے ان سے انکار یا چشم پوشی انتہائی موجب تعجب ہے، اگر کسی تبلیغ والے میں سے کسی نالائق نے جو پہلے سے علماء کا مخالف ہو علماء کی شان میں خلاف کہہ دیا ہو تو یہ بھی دیکھنا ہے کہ تبلیغ سے پہلے علماء کے ساتھ کیسا تعلق رکھتا تھا، اگر وہ پہلے سے معتقد تھا اور تبلیغ میں آنے کے بعد یہ حرکت شروع کی تب تو تبلیغ پر یہ الزام سچا ہے اور اگر وہ پہلے سے مخالف تھا تو تم ہی سوچو کہ اس میں تبلیغ پر کیا الزام ہے مجھے اس وقت حضرت حکیم الامۃ نور اللہ مرقدہٗ کا ایک لطیفہ یاد آیا" ایک مدرسہ کے طالب علم نے کسی کی چوری کر لی تھی اس نے حضرت قدس سرہٗ سے

شکایت کی کہ حضرت طالب علم بھی چوری کرنے لگے تو حضرت نے ارشاد فرمایا کہ بالکل نہیں بلکہ چور طالب علمی کرنے لگے۔

علماء کے متعلق حضرت دہلویؒ کے ارشادات

حضرت دہلویؒ کا ارشاد ہے کہ:

(۱) ہمارے کارکن جہاں بھی کہیں جاویں وہاں کے حقانی علماء اور صلحاء کی خدمت میں حاضری کی کوشش کریں لیکن یہ حاضری صرف استفادہ کی نیت سے ہو اور ان حضرات کو براہِ راست اس کام کی دعوت نہ دیں۔ وہ حضرات جن دینی مشاغل میں لگے ہوئے ہیں ان کو تو وہ خوب جانتے ہیں اور ان کے منافع کا تجربہ رکھتے ہیں، اور تم اپنی یہ بات ان کو اچھی طرح سے سمجھا نہ سکو گے یعنی تم ان کو اپنی باتوں سے اس کا یقین نہ دلوا سکو گے کہ یہ کام ان کے دوسرے دینی مشاغل سے زیادہ دین کے لیے مفید اور زیادہ منفعت بخش ہے، نتیجہ یہ ہوگا کہ وہ تمہاری بات کو مانیں گے نہیں اس لیے ان کی خدمت میں بس استفادہ ہی کے لئے جایا جائے، لیکن ان کے ماحول میں نہایت محنت سے کام کیا جائے اور اصولوں کی زیادہ سے زیادہ رعایت کی کوشش کی جائے اس طرح امید ہے کہ تمہارے کام اور اس کے نتائج کی اطلاعیں خود بخود ان کو پہنچیں گی، اور وہ ان کے لئے داعی اور ان کی توجہ کی طالب ہو جائے گی پھر اگر اس کے بعد وہ خود تمہاری طرف اور تمہارے کام کی طرف متوجہ ہوں تو ان سے سر پرستی اور خبر گیری کی درخواست کی جائے، اور ان کے دینی ادب و احترام کو ملحوظ رکھتے ہوئے اپنی بات ان سے کہی جائے۔ (ملفوظات)

(۲) ارشاد فرمایا کہ اگر کہیں دیکھا جائے کہ وہاں کے علماء اور صلحاء اس کام کی طرف ہمدردانہ طور سے متوجہ نہیں ہوتے تو ان کی طرف سے بدگمانیوں کو دل میں جگہ نہ دی جائے، بلکہ یہ سمجھ لیا جائے کہ ان حضرات پر اس کام کی پوری حقیقت ابھی کھلی نہیں۔ علاوہ اس کے یہ بھی سمجھنے کی بات ہے کہ دنیا جو حقیر و ذلیل چیز ہے جب اس کے گرفتار اپنے دنیوی مشاغل پر اس کام کو ترجیح نہیں دے سکتے اور اپنے مشاغل وانہماک کو چھوڑ کر اس کام میں نہیں لگ سکتے تو اہل دین اپنے اعلیٰ مشاغل کو اس کام کے لئے کیسے آسانی سے چھوڑ سکتے ہیں۔ (ملفوظات)

(۳)　فرمایا کہ مسلمانوں کو علماء کی خدمت میں چار نیتوں سے جانا چاہئے۔ اول اسلام کی جہت سے، دوم یہ کہ ان کے قلوب واجسام حامل علوم نبوت ہیں۔ اس جہت سے بھی وہ قابل تعظیم اور لائق خدمت ہیں، سوم یہ کہ وہ ہمارے دینی کاموں کی نگرانی کرنے والے ہیں، چہارم یہ کہ ان کی ضروریات کے تفقد کے لیے کیونکہ اگر دوسرے مسلمان ان کی دنیوی ضرورتوں کا تفقد کر کے ان ضرورتوں کو پورا کر دیں جن کو اہل اموال پورا کر سکتے ہیں تو علماء اپنی ان ضرورتوں میں وقت صرف کرنے سے بچ جائیں گے اور وہ وقت بھی خدمت علم و دین میں خرچ کریں گے تو اہل اموال کو ان کے ان اعمال کا ثواب ملے گا۔　(ملفوظات)

(۴)　ایک بار فرمایا کہ جو وفود سہارنپور، دیوبند وغیرہ تبلیغ کے لئے جا رہے ہیں ان کے ہمراہ تجار دہلی کے خطوط کر دیئے جائیں جن میں نیاز مندانہ لہجہ میں حضرات علماء سے عرض کیا جائے کہ یہ وفود عوام میں تبلیغ کے لئے حاضر ہو رہے ہیں، آپ حضرات کے اوقات بہت قیمتی ہیں، اگر ان میں سے کچھ وقت اس قافلہ کی سرپرستی میں دے سکیں جس میں آپ کا اور طلبہ کا حرج نہ ہو تو اس کی سرپرستی فرمائیں اور طلبہ کو اس کام میں اپنی نگرانی میں ساتھ لیں۔ طلبہ کو از خود بدون اساتذہ کی نگرانی کے اس کام میں حصہ نہ لینا چاہئے، اور قافلہ والوں کو یعنی وفود تبلیغ کو نصیحت کی جائے کہ اگر حضرات علماء توجہ میں کمی کریں تو ان کے دلوں میں علماء پر اعتراض نہ آنے پائے، بلکہ یہ سمجھ لیں کہ علماء ہم سے بھی زیادہ اہم کام میں مشغول ہیں، وہ راتوں کو بھی خدمت علم میں مشغول رہتے ہیں جب کہ دوسرے آرام کی نیند سوتے ہیں، اور ان کی عدم توجہ کو اپنی کوتاہی پر محمول کریں کہ ہم نے ان کے پاس آمد و رفت کم کی ہے اس لئے وہ ہم سے زیادہ ان لوگوں پر متوجہ ہیں جو سالہا سال کے لئے ان کے پاس آپڑے ہیں۔ پھر فرمایا کہ ایک عامی مسلمان کی طرف سے بھی بلاوجہ بدگمانی ہلاکت میں ڈالنے والی ہے اور علماء پر اعتراض تو بہت سخت چیز ہے، پھر فرمایا کہ ہمارا طریقہ تبلیغ میں عزت مسلم اور احترام علماء بنیادی چیز ہیں۔ ہر مسلمان کی بوجہ اسلام کے عزت کرنی چاہئے اور علماء کا بوجہ علم دین کے بہت احترام کرنا چاہئے۔ پھر فرمایا کہ علم اور ذکر کا کام ابھی تک ہمارے مبلغین کے قبضہ میں نہیں آیا۔ اس کی مجھے بڑی فکر ہے اور اس کا طریقہ یہی ہے کہ ان لوگوں کو اہل علم اور اہل ذکر کے پاس بھیجا جائے کہ ان کی سرپرستی میں تبلیغ بھی کریں۔ اور ان کے علم و صحبت سے بھی مستفید ہوں۔　(ملفوظات)

(۵) ایک مرتبہ مولانا ظفر احمد صاحب زادمجدہم کو خطاب کرتے ہوئے فرمایا کہ حضرت مولانا تھانویؒ کے لوگوں کی مجھے بہت قدر ہے، کیونکہ وہ قریب العہد ہیں، اسی وجہ سے تم میری باتیں جلدی سمجھ جاتے ہو کہ مولانا کی باتیں سن چکے ہو اور تازہ سنی ہوئی ہیں، تمہاری وجہ سے میرے کام میں بہت برکت ہوتی ہے میرا بہت جی خوش ہوا، پھر بہت دعائیں دیں اور فرمایا تم خود بھی رو رو کر اس نعمت کا شکر کرو۔ (ملفوظات)

(۶) فرمایا کہ ہمارے کام کرنے والوں کو تین طبقوں میں تین ہی مقاصد کے لیے خصوصیت کے ساتھ جانا چاہئے علماء اور صلحاء کی خدمت میں دین سیکھنے اور دین کے اچھے اثرات لینے کے لئے۔ الی آخرہ (ملفوظات)

(۷) فرمایا کہ ہمارے اس کام کا اصول یہ ہے کہ مسلمانوں کے جس طبقہ کا حق اللہ تعالیٰ نے رکھا ہے اس کو ادا کرتے ہوئے اس دعوت کو اس کے سامنے پیش کیا جائے.... علماء دین کا حق تعظیم ادا کر کے ان کو یہ دعوت دی جائے۔ (ملفوظات)

(۸) ارشاد فرمایا "علماء سے کہنا ہے کہ ان تبلیغی جماعت کی چلت پھرت اور محنت و کوشش سے عوام میں دین کی طرف صرف طلب اور قدر ہی پیدا کی جاسکتی ہے اور ان کو دین سیکھنے پر آمادہ ہی کیا جاسکتا ہے۔ آگے دین کی تعلیم و تربیت کا کام علماء اور صلحاء کی توجہ فرمائی ہی سے ہوسکتا ہے اس لئے آپ حضرات کی توجہات کی بڑی ضرورت ہے۔ (ملفوظات)

(۹) کسی سلسلے سے عہد حاضر کے ایک مشہور صاحب علم اور صاحب قلم خادم دین کا ذکر آ گیا جن کی بعض علمی کمزوریوں کی بنا پر خاص دین دار حلقوں کو ان پر اعتراض تھا تو فرمایا کہ میں تو ان کا قدردان ہوں، اگر ان میں کوئی کمزوری ہو تو میں اس کا علم بھی حاصل کرنا نہیں چاہتا یہ معاملہ اللہ کا ہے شاید ان کے پاس اس کا کوئی عذر ہو، ہم کو تو عام حکم یہ ہے کہ دعائیں کرو۔

"وَلَا تَجۡعَلۡ فِي قُلُوبِنَا غِلًّا لِّلَّذِينَ آمَنُوا الآية" (ملفوظات)

(۱۰) فرمایا کہ ہماری اس تحریک کا اصل مقصد ہے مسلمانوں کو "**جمیع ماجاء به النبی صلی الله تعالیٰ علیه وسلم**" سکھانا یعنی اسلام کے پورے علمی و عملی نظام سے امت کو وابستہ کر دینا، یہ تو ہے ہمارا اصل مقصد۔ رہی قافلوں کی یہ چلت پھرت اور تبلیغی گشت سو یہ اس مقصد کے لیے

ابتدائی ذریعہ ہے اور کلمہ اور نماز کی تلقین و تعلیم گویا ہمارے پورے نصاب کی ا، ب، ت، ہے۔ یہ بھی ظاہر ہے کہ ہمارے قافلے پورے کام نہیں کر سکتے ان سے تو بس اتنا ہی ہو سکتا ہے کہ ہر جگہ پہنچ کر اپنی جدوجہد سے ایک حرکت اور بیداری پیدا کردیں اور غافلوں کو متوجہ کر کے وہاں کے مقامی اہل دین سے وابستہ کرنے کی اور اس جگہ کے دین کی فکر رکھنے والوں علماء و صلحاء کو بیچارے عوام کی اصلاح پر لگا دینے کی کوشش کریں، ہر جگہ پر اصلی کام تو وہیں کے کارکن کر سکیں گے، اور عوام کو زیادہ فائدہ اپنی ہی جگہ کے اہل دین سے استفادہ کرنے میں ہوگا۔ البتہ اس کا طریقہ ہمارے ان آدمیوں سے سیکھا جائے جو ایک عرصہ سے افادہ و استفادہ اور تعلیم کے اس طریقہ پر عامل ہیں اور اس پر بڑی حد تک قابو پا چکے ہیں۔ (ملفوظات)

(۱۱) **دین علم سے ترقی پاتا ہے**: ایک مکتوب میں تحریر فرماتے ہیں کہ علم کے فروغ اور ترقی کے بقدر اور علم ہی کے فروغ اور ترقی کے ماتحت دین پاک فروغ اور ترقی پا سکتا ہے، میری تحریک سے علم کو ذرا بھی ٹھیس پہنچے یہ میرے لئے خسران عظیم ہے۔ میرا مطلب تبلیغ سے علم کی طرف ترقی کرنے والوں کو ذرا بھی روکنا یا نقصان پہنچانا نہیں ہے۔ بلکہ اس سے بہت زیادہ ترقیات کی ضرورت ہے اور موجودہ جہاں تک ترقی کر رہے ہیں یہ بہت ناکافی ہے۔ (سوانح حضرت دہلویؒ)

علی میاںؒ سوانح مذکور میں لکھتے ہیں ”مولانا ایک طرف علماء کو عوام سے اس دعوت کے ذریعہ قریب ہونے کی اور ان کا درد اپنے دل میں پیدا کرنے کی تاکید فرماتے تھے دوسری طرف عوام کو علماء کی مرتبہ شناسی، قدردانی اور ان سے استفادہ کی طرف توجہ دلاتے رہتے تھے۔ ان کو تاکید اصول کے مطابق علماء کی خدمت میں حاضر ہونے کی فہمائش کرتے تھے ان کی ملاقات اور زیارت کا ثواب بیان فرماتے تھے۔ ان کی خدمت میں حاضر ہونے کے آداب و اصول سمجھاتے تھے۔ ان کو دعوت دینے ان سے فائدہ اٹھانے اور ان کو مشغول کرنے کا طریقہ بتاتے تھے۔ ان کی جو باتیں سمجھ میں نہ آئیں ان کی تاویل اور ان کے ساتھ حسن ظن رکھنے کی عادت ڈالتے، ان کو ان کی خدمت میں بھیجتے تھے اور پھر ان سے پوچھتے تھے کہ کس طرح گئے اور کیا باتیں ہوئیں؟ پھر ان کی تنقیدوں اور تاثرات کی اصلاح اور تصحیح فرماتے تھے۔ اسطرح عوام، تجار اور کاروباری لوگوں کو علماء سے اتنا قریب کر دیا کہ پچھلے برسوں میں کبھی اتنے قریب نہیں ہوئے۔ بدقسمتی سے شہروں میں سیاسی تحریکات اور مقامی

اختلافات کی وجہ سے عوام میں علماء کی طرف سے ایک عام بیزاری پیدا ہونے لگی تھی ، اور بغیر کسی استثناء اور تخصیص کے عام حاملین دین اور علماء کے خلاف ایک عام جذبہ عناد پیدا ہونے لگا تھا۔ مولانا کی ان کوششوں اور حکمتِ عملی سے کم سے کم اس دعوت کے حلقۂ اثر میں یہ بات پیدا ہوگئی کہ سیاسی اختلافات کو عوام دین کے لیے گوارا کرنے لگے، اور سیاسی مسلک کے اختلاف کے باوجود علماء حق کی تعظیم اور قدر و اعتراف کی گنجائش نکل آئی ، بڑے بڑے تاجر جو علماء سے برسوں سے متوحش تھے، علماء کی خدمت میں مؤدبانہ حاضر ہونے لگے۔ اور اپنے تبلیغی جلسوں اور تقریروں میں ادب و احترام کے ساتھ لے جانے لگے۔ (سوانح حضرت دہلویؒ)

(۱۲) **علماء کی خدمت کرو:۔** ایک طویل ملفوظ جو اپنی بیماری کی حالت میں ان لوگوں کو خطاب کرتے ہوئے جو وضو کرا رہے تھے فرمایا کہ تم مجھے وضو کراتے وقت بیمار کی خدمت کی نیت کے علاوہ یہ نیت بھی کیا کرو'' اے اللہ! ہم یہ سمجھتے ہیں کہ تیرے اس بندہ کی نماز ہم سے اچھی ہوتی ہے تو ہم اس لیے اس کو وضو کراتے ہیں کہ اس کی نماز کے ثواب میں ہمارا حصہ ہو جائے۔'' پھر فرمایا'' یہ میں ان لوگوں کو کہتا ہوں لیکن میں خود اگر یہ سمجھنے لگوں کہ میری نماز ان لوگوں سے اچھی ہوتی ہے تو مردود ہو جاؤں۔'' اس کے بعد دوسری گفتگو کے بعد فرمایا'' تم لوگ ان علماء کی خدمت کرو جو ابھی تک تمہاری قوم کو دین سکھانے کی طرف متوجہ نہیں ہوئے ہیں میرا کیا ہے؟ میں تمہارے ملک میں جاتا ہی ہوں تم نہ بلاؤ جب بھی جاؤں گا جو علماء ابھی تمہاری طرف متوجہ نہیں ہیں ان کی خدمتیں کرو گے تو وہ بھی تمہاری قوم کی دینی خدمت کرنے لگیں گے۔ (ملفوظات)

(۱۳) **مولانا محمد یوسفؒ اور علماء:** مولانا الحاج محمد یوسفؒ کی سوانح میں لکھا ہے کہ مولانا کی نگاہ میں علماء دین کی سب سے زیادہ قدر تھی۔ آج جس طرح علماء کی ناقدری ان پر بیجا تنقید کا رواج پیدا ہو گیا ہے مولانا اس کو دین کے لیے بڑا مہلک سمجھتے تھے اور ناقدری کرنے والوں کی محرومی کا باعث جانتے تھے، اپنے ایک رفیق کو تحریر کرتے ہیں:

'' دیکھیے! خوب سمجھ لیجئے ہم اکابر علماء کے ہر وقت محتاج ہیں ان کے بغیر چارہ کار نہیں ان کے دامن کے ساتھ وابستگی ہماری سعادت ہے، یہ حضرات بہت سی خوبیوں اور علوم نبویہ کے انوارات کے حامل ہیں ان کی قدر دانی علومِ نبوت کی قدر دانی ہے، جس قدر ہم ان کی قدر و خدمت

کریں گے اور ان کی خدمت میں حاضری کو بڑی عبادت سمجھ کر ان کے ارشادات و نصائح سے مستفید ہوتے ہوئے ان سے مفید مشورے حاصل کرتے رہیں گے اسی قدر علوم نبویہ کے انوارات سے منور ہوتے رہیں گے۔" (سوانح یوسفیؒ)

(۱۴) ایک مرتبہ علماء کو تعلیمی حلقہ کے ختم پر فرمایا "ہم یہ نہیں چاہتے کہ بخاری پڑھانے والوں کو التحیات پڑھانے پر لگا دیں مگر یہ ضرور چاہتے ہیں کہ التحیات یاد کرانے کی بخاری پڑھانے والوں کے نزدیک بھی انتہائی اہمیت ہو۔ اس لئے کہ یہ بھی حضور ﷺ کے علوم میں سے ایک علم ہے اسے غیر اہم سمجھنے والا کہیں کا نہیں رہے گا، اور یہ بھی چاہتے ہیں کہ تعلیم کا یہ درجہ بھی ماہرین بخاری کی نگرانی میں ہو" (سوانح یوسفیؒ)

(۱۵) **علماء ہی امانت کے اہل ہیں**: ایک عالم دین کو خط لکھتے ہوئے حسب ذیل الفاظ تحریر فرمائے "حضرات عالی کو اللہ رب العزت نے ہر طرح کی خوبی سے مالا مال فرمایا ہے، ان کو نورانی روحانی علوم کا سرچشمہ بھی بنایا اور اس زبردست عظمت والی امانت نبوت کا داعی بھی بنایا، اگر حضرات عالی کی توجہات اور دعاؤں سے یہ مبارک قابل رشک اور بہترین گروہ علم کی بلندیوں سے اس مبارک عمل کے دوڑ دھوپ کے میدان میں کود پڑے اور اپنی اس علمی اشتغال والی قربانیوں کیساتھ تھوڑے دنوں اس گھاٹی کو عبور کرے تو یہ امانت مبارکہ اہلوں کے ہاتھ میں آ کر سرسبز ہو جائے اور نااہلیت کی بنا پر جو خطرات لاحق ہوتے ہیں ان سے اس امانت عظیمہ کی حفاظت بھی ہو جائے۔ (سوانح یوسفیؒ)

(۱۶) **بزرگوں سے اچھا گمان رکھیں**: مولانا محمد یوسف صاحبؒ ایک مکتوب میں تحریر فرماتے ہیں" بزرگان دین سے بدظن نہ ہوں بلکہ ان کی خدمت میں محض استفادہ کے طور پر جاتے رہا کریں، ان کے پاس جب جائیں تو دھیان میں یہ نہ ہو کہ میں ان کو کچھ دینے جا رہا ہوں بلکہ ہمیشہ یہی خیال رہے کہ مجھے کچھ حاصل کرنا ہے اور ان حضرات کو دعوت نہ دیا کریں۔" (سوانح یوسفیؒ)

(۱۷) **علماء عوام سے دور نہ ہوں**: مولانا محمد یوسف صاحب الوداعی ہدایات میں فرمایا کرتے تھے، خصوصی گشت میں جب دینی اکابر کی خدمت میں حاضری ہو تو ان سے صرف دعا کی درخواست کی جائے۔ اور ان کی توجہ دیکھی جائے تو کام کا کچھ ذکر کر دیا جائے۔ (سوانح یوسفی)

مفتی عزیز الرحمٰن صاحب بجنوری اپنی ابتدائی آمد کی تفاصیل میں مولانا یوسف صاحبؒ کی طرف سے اکرام، اعزاز، خاطر کی تفاصیل لکھنے کے بعد جو قابل دید ہیں مگر بہت طویل ہیں لکھتے ہیں کہ یہ صرف میری ہی خصوصیت نہ تھی بلکہ ان کو کسی طرح سے یہ معلوم ہو جانا چاہیے تھا کہ فلاں عالم ہے بس پھر کیا تھا ان کے ساتھ بھی یہی برتاؤ ہوتا، میرے ساتھ ایک رفیق تھے، جن میں کوئی ظاہری علامت ایسی نہ تھی جس سے ان کو عالم سمجھا جائے میں نے ان کو مولانا کہہ کر خطاب کیا۔ جس پر حضرت جی متوجہ ہوئے اور اپنی جگہ سے بلوا کر اپنے قریب بٹھایا۔ حضرت جی فرمایا کرتے تھے کہ میں جو دیوبند، سہارنپور جماعتیں بھیجتا ہوں اس لئے نہیں کہ تبلیغ کی جائے ان کو دعوت دی جائے میں تو اس غرض سے بھیجتا ہوں کہ آج عوام علماء سے دور ہوتے جا رہے ہیں۔ یہ ان سے قریب ہو جاویں اسی میں ان کا فائدہ ہے۔ (سوانح یوسفیؒ عزیزی)

(۱۸) **علماء کا احترام**: مولانا یوسف صاحبؒ کے سلہٹ کی تشریف آوری کی کارگزاری کا ذکر کرنے کے بعد مفتی عزیز الرحمٰن صاحب لکھتے ہیں کہ جہاں حضرت شیخ الاسلام نور اللہ مرقدہٗ کا برسوں قیام رہا اور حضرت مولانا یوسف صاحب اس قسم کی نسبتوں کا بہت زیادہ خیال رکھا کرتے تھے جس مقام کو بزرگوں سے نسبت ہوتی وہاں کے اجتماع باوجود کام نہ ہونے کے خصوصی توجہ کے ساتھ مقرر فرماتے۔

چنانچہ انبہٹہ کا اجتماع حضرت مولانا خلیل احمد صاحب کی وجہ سے طے فرمایا۔ سلہٹ کے اجتماع میں حضرت مدنیؒ کے کافی خلفاء شریک ہوئے۔ آپ نے ان کا بہت زیادہ اکرام فرمایا اور مشوروں میں شریک رکھا۔ اور احترام ملحوظ رکھتے ہوئے کام کی طرف توجہ دلائی۔ (سوانح عزیزی)

(۱۹) **سب سے اہم علم و ذکر**: مولانا محمد ثانی صاحب سوانح یوسفی میں ایک مکتوب مولانا یوسف صاحبؒ کا جناب الحاج فضل عظیم صاحب مراد آبادی ثم المکی کے نام طویل مکتوب میں لکھتے ہیں کہ ''سب سے اہم جزو علم و ذکر کا اشتغال ہے: اور اس کے لیے سب سے اہم دو جانبوں کے حقوق کو ادا کرنے پر مداومت پالینا ہے ایک علم و ذکر کی طرف نسبت رکھنے والے بزرگوں کی عظمت کو دل میں محسوس کرنا جو کام کیا جائے اس کی اطلاع کے ذریعے اور مشاورت کے ذریعہ ان کی بڑائی کو پہچاننا اور ان کے حقوق کو ادا کرنا، اور اسی طرح دنیوی امور میں مادی بڑوں کے حقوق کو ادا کرنا اور اپنے مادی کاموں میں ان کی مشاورت کو بھی شامل کرنا۔

(۲۰) علماء کی خدمت میں حاضری عبادت سمجھی جائے: ایک دوسرے مکتوب میں لکھتے ہیں (جو بہت طویل ہے) علم کے فضائل ذکر کرنے کے بعد لکھتے ہیں کہ علماء کی خدمت میں حاضری دی جائے اس کو بھی عبادت یقین کیا جائے، بہت طویل مکتوب تقریبا ۲۳ صفحے کا ہے، جو نصائح سے لبریز ہے۔ (سوانح یوسفی)

ایک اور جگہ ایک واقعہ لکھا ہے، مولانا یوسف صاحبؒ کے خادم اپنا ایک واقعہ بیان کرتے ہیں کہ ایک دن ہم اپنے ساتھیوں کے ساتھ ابوداؤد شریف کا سبق پڑھنے کے لیے حضرت جی (مولانا محمد یوسف صاحبؒ) کے کتب خانہ میں جا رہے تھے کہ خبر ملی کہ مولانا مسیح اللہ خاں صاحب جلال آبادی خلیفہ حضرت تھانویؒ تشریف لا رہے ہیں، ہم لوگوں کا پڑھنا ملتوی ہو گیا، اور حضرت مولانا مسیح اللہ خاں صاحب تشریف لے آئے حضرت مولانا نے حجرے سے باہر آ کر استقبال فرمایا اور حجرہ میں بیٹھ گئے۔ تھوڑی دیر گفتگو کے بعد حضرت مولانا اپنے کتب خانہ سے اپنی تصانیف امانی الحبار اور حیاۃ الصحابہؓ لائے۔ اور خدمت میں پیش فرمائیں۔ موصوف دیکھتے جاتے تھے اور حضرت کی قربانی اور بلند عزمی کا اظہار کرتے جاتے تھے۔ (سوانح یوسفی)

(اشکال نمبر ۶) تبلیغ اور وعظ میں فرق نہ سمجھنے کی وجہ سے ہے

جو بہت ہی شروع سے ہو رہا ہے کہ تبلیغ علماء کا کام ہے جاہلوں کا کام تبلیغ کرنا نہیں، یہ اعتراض بہت ہی مختلف عنوانات میں مختلف عبارات میں مجھ تک پہنچتا رہا۔ اور میں مختصر و مفصل سوال کے مطابق جواب بھی لکھواتا رہا۔ یہ اعتراض دراصل تبلیغ و وعظ میں فرق نہ کرنیکی وجہ سے پیدا ہوتا ہے۔ وعظ درحقیقت صرف عالموں کا کام ہے جاہلوں کو وعظ کہنا جائز نہیں اس کے لیے عالم ہونا بہت ضروری ہے تاکہ جو کچھ کہہ رہا ہے وہ شریعت کے موافق ہو۔

کوئی چیز اس میں قرآن وحدیث کے خلاف نہ کہی جا سکے، اور تبلیغ جس کے معنی صرف پیام پہنچا دینے کے ہیں کوئی پیام کسی کے ہاتھ بھیج دینے کے واسطے اس کا عالم ہونا بالکل ضروری نہیں جن اکابر کے کلام میں تبلیغ علماء کے ساتھ مخصوص ذکر کی گئی ہے وہ حقیقت میں تبلیغ کے لفظ کو عام سمجھ کر اس کا اطلاق کر دیا گیا ہے ورنہ نظام الدین کی تبلیغی جماعت پر یہ اشکال بالکل نہیں وارد

ہوتا۔اس لیے کہ ان کی تبلیغ میں صرف چھ نمبر متعینہ بتائے جاتے ہیں ان ہی کی مشق کرائی جاتی ہے اور ان ہی کو پیام کے طور پر لے جا کر شہر در شہر ملک در ملک بھیجا جاتا ہے ان کے اصول میں یہ بھی ہے کہ چھ نمبروں کے ساتھ ساتواں نمبر یہ کہ ان چھ امور کے علاوہ کسی دوسری چیز میں مشغول نہ ہو، حضرت حکیم الامتؒ کا ارشاد ہے کہ جو مسائل منصوص صاف صاف شریعت کے ہیں ان کی تبلیغ صرف علماء کے ساتھ خاص نہیں ہر شخص باآواز بلند کہہ سکتا ہے امور اجتہادیہ سے خطاب کرنا البتہ علماء کے ساتھ خاص ہے کہ عوام اس میں غلطی کریں گے۔ (انفاس عیسیٰ)

تعجب ہے کہ ایک جانب تو ان پر یہ اعتراض ہے کہ جاہلوں کو تبلیغ کے واسطے بھیجا جاتا ہے اور اس کے بالمقابل دوسرا اعتراض یہ ہے کہ یہ لوگ دین کے دوسرے امور کو نہیں لیتے۔ شریعت اور دین ان چھ نمبروں میں موقوف نہیں، بہت سے اوامر، نواہی، منکرات ایسے ہیں جن کی اصلاح بہت ضروری ہے، مگر یہ تبلیغ والے ان کو نہیں چھیڑتے اس کی دراصل وجہ یہ ہی ہے کہ یہ عامی لوگ ہوتے ہیں ان کو وعظ کہنے کی بالکل اجازت نہیں الا یہ کہ ان میں علماء ہوں تو وہ اس سے مستثنیٰ ہیں کہ عالم کا وعظ کہنا حق ہے مگر تبلیغی اسفار میں اور تبلیغی اجتماعات میں وہ بھی اس کے پابند ہیں کہ تبلیغ کے چھ نمبروں کے علاوہ اس اجتماع میں دوسری چیزیں نہ چھیڑیں کہ مسائل میں اختلافات ہوتے ہیں اور اختلافی مسائل میں مناظرہ وغیرہ شروع ہو جاتے ہیں ان کے چھ امور اجتماعی اور متفق علیہ ہیں جن میں کوئی اختلافی چیز نہیں، اور یہ بات کہ تبلیغ کے لئے عالم ہونا ضروری نہیں احادیث کثیرہ اور آثار صحابہؓ سے بہت ہی کثرت سے ثابت ہے۔

تبلیغ کے لئے عالم ہونا شرط نہیں

نبی کریم ﷺ نے حجۃ الوداع کے موقع پر متعدد اعلانات فرمائے جو کتب حدیث میں کثرت سے موجود ہیں اور ان پر یہ بھی ارشاد فرمایا کہ جو حاضر ہیں وہ غائبین کو میرا پیام پہنچادیں، حالانکہ حجۃ الوداع میں سوالاکھ کا مجمع تھا، کیا سارے ہی عالم تھے۔ان میں ایسے لوگ بھی تھے۔ جنہوں نے اس سے پہلے حضور اقدس ﷺ کی زیارت بھی نہیں کی تھی۔ مگر چونکہ صرف ایک خاص پیام پہنچانا تھا اس کے لیے عالم ہونے کی ضرورت نہیں، اس لیے نبی اکرم ﷺ نے متعدد مواقع میں یہ اعلان

فرمایا کہ حاضرین غائبین کو یہ پیام پہنچادیں، امام بخاریؒ نے "باب رب مبلغ اوعیٰ من سامع" باب باندھا ہے یہ بہت سے ایسے لوگ جو کم پڑھے ہوں ایسوں کو پیام پہنچاتے ہیں جو زیادہ پڑھے ہوئے ہوتے ہیں۔ امام بخاریؒ نے حضور اقدس کا یہ پیام نقل کیا ہے کہ تمہارے خون اور تمہارے اموال اور تمہاری آبروئیں تم پر ہمیشہ کے لیے ایسے ہی حرام ہیں جیسا کہ اس شہر میں اس دن میں اور اس مہینے میں، پھر یہ اعلان فرمایا کہ جو موجود ہیں وہ غائبین کو میرا پیغام پہنچادیں۔ بہت ممکن ہے کہ جو موجود ہیں وہ ایسے لوگوں تک میرا پیغام پہنچائیں جو سننے والوں سے زیادہ محفوظ رکھنے والے ہوں۔ اس حدیث پاک سے معترضین کا یہ اعتراض بھی اڑ گیا کہ جاہلوں کو تبلیغ کے لئے علماء کے پاس بھیجا جاتا ہے حضرت دہلویؒ کا ایک ارشاد ہے کہ اگر کوئی شخص اپنے کو تبلیغ کا اہل نہیں سمجھتا تو اس کو بیٹھا رہنا نہیں چاہئے بلکہ اس کو تو کام میں لگنے اور دوسروں کو اٹھانے کی اور زیادہ کوشش کرنا چاہیے۔ بعض دفعہ ایسا ہوتا ہے کہ کوئی بڑا خیر کا کام چند نااہلوں کے سلسلہ سے کسی اہل تک پہنچ جاتا ہے اور پھر وہ پھولتا پھلتا ہے اور پھر اسکا اجر بقاعدہ "من دعا الی حسنة" (الحدیث) کی بنا پر نااہلوں کو بھی پورا پہنچ جاتا ہے جو اس کام کے اس اہل تک پہنچنے کا ذریعہ بنے۔ پس جو نااہل ہو اسکو تو اس کام میں اور زیادہ زور سے لگنا ضروری ہے میں بھی اپنے کو چونکہ نااہل سمجھتا ہوں اس لیے اس میں منہمک ہوں کہ شاید اللہ تعالیٰ میری اس کوشش سے کام کو اس کے کسی اہل تک پہنچادے اور پھر اس کام کا جو اعلیٰ اجر اللہ پاک کے یہاں ہو وہ مجھے بھی عطا فرمادیا جاوے۔ (ملفوظات حضرت دہلویؒ)

تبلیغ خاص انفرادی طور پر ہر شخص کے ذمہ ہے (حضرت تھانویؒ)

اسی طرح امام بخاریؒ نے مستقل ایک باب اور باندھا ہے۔ "باب تحریض النبی صلی الله علیه وسلم وفد عبد القیس علی ان یحفظوا الایمان و العلم و یخبرو امن و رائهم " حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے اس وفد کو چند باتیں بتائیں اور یہ فرمایا کہ ان باتوں کو محفوظ رکھو اور اپنی قوم میں جا کر ان کو پہنچادو۔ امام بخاری نے باب القراءۃ علی المحدث میں ایک صحابیؓ کا واقعہ لکھا ہے جو ایک گاؤں کے رہنے والے تھے۔ انہوں نے عرض کیا کہ ہمارے پاس آپ کا قاصد پہنچا اور انہوں نے آپ کی طرف سے نقل کیا کہ اللہ نے آپ کو رسول بنا کر بھیجا

ہے۔ حضور اقدس ﷺ نے فرمایا "میرے قاصد نے سچ کہا ہے" انہوں نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ! آپ کے قاصد نے یہ بھی بتایا کہ ہمارے اوپر پانچ نمازیں فرض ہیں۔ حضور ﷺ نے فرمایا کہ سچ کہا، انہوں نے یہ بھی کہا کہ آپ ﷺ کے قاصد نے کہا کہ ہمارے اوپر ایک ماہ کے روزے ہیں۔ حضور اقدس ﷺ نے فرمایا کہ سچ کہا، انہوں نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ ﷺ اس ذات کی قسم جس نے آپ کو رسول بنا کر بھیجا ہے میں ان چیزوں میں سے کسی میں کمی یا زیادتی نہیں کروں گا۔ حضور اقدس ﷺ نے فرمایا کہ اگر اس نے سچ کہا تو جنت میں داخل ہوگا" اس حدیث پاک میں کمی زیادتی نہ کرنے میں مختلف اقوال ہیں، جن میں سے ایک قول یہ ہے کہ اپنی قوم کے پاس پہنچانے میں کمی زیادتی نہیں کروں گا۔ انفاس عیسیٰ میں حضرت حکیم الامۃ تھانویؒ کا ارشاد نقل کیا گیا ہے کہ تبلیغ کی دو قسمیں ہیں خاص و عام، تبلیغ خاص انفرادی طور سے ہر شخص کے ذمہ ہے اور تبلیغ عام علماء کے ساتھ خاص ہے۔ اسی طرح خطاب بغیر المنصوص علماء کا کام ہے اور خطاب بالمنصوص کے ساتھ ہر مسلمان تبلیغ کا کام کرسکتا ہے۔ فقط

یہی وہ فرق ہے جس کو میں نے شروع میں کہا کہ وعظ صرف علماء کا کام ہے اور مخصوص چیزوں کا پہنچا دینا علماء کے ساتھ خاص نہیں، بلکہ ہر شخص کو کرنا چاہیے۔ حضرت تھانویؒ نے اپنے وعظ آداب التبلیغ میں بہت تفصیل سے اس کو بیان فرمایا ہے اس میں بھی تبلیغ عام اور خاص کی تفریق فرمائی ہے۔ اور بیان فرمایا ہے کہ تبلیغ خاص کے لئے تو مسئلہ کی حقیقت کا معلوم ہونا اور اس کے بیان پر قدرت ہونا شرط ہے۔ اور تبلیغ عام یعنی وعظ کہنا یہ علماء کا کام ہے۔ خواہ درسیات پڑھ کر عالم ہوا ہو یا کسی عالم سے مسائل سن سن کر عالم ہو گیا ہو اس کو بھی تبلیغ عام کی اجازت ہے بشرطیکہ کسی بڑے نے اس کو اس کام کے لئے متعین کیا ہو، چنانچہ صحابہؓ نے کہاں پڑھا تھا وہ بھی تو سن سن کر تبلیغ کرتے تھے، مگر ہر شخص خود نہ سمجھے کہ میں اس قابل ہوں جب تک کوئی کامل نہ کہہ دے کہ تم کامل ہو، بہجۃ النفوس کا ترجمہ جو مولانا ظفر احمد صاحب نے حضرت تھانویؒ کے ارشاد سے کیا اور وہ بخاری شریف کی احادیث کا انتخاب ہے۔ اس میں لکھا ہے کہ نیز تبلیغ کا خاص طور سے اہتمام کرنا چاہیے کہ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر سے یہی مراد ہے۔

وارثین انبیاء علیہم السلام کو تدریس کے ساتھ تبلیغ بھی کرنی چاہیے

کس قدر افسوس کا مقام ہے کہ خواص نے درس و تدریس پر قناعت کر لی ہے عامۂ مسلمین کو امر و نہی کرنے سے پہلو تہی کی جاتی ہے، حالانکہ حضرات انبیاء علیہم الصلوۃ والسلام کا جن کے یہ حضرات وارث ہیں اصل وظیفہ امر و نہی اور تبلیغ ہی تھا، اصطلاحی درس و تدریس ان کا وظیفہ نہ تھا۔ درس و تدریس دراصل اسی مقصد کا وسیلہ اور ذریعہ ہے تاکہ مبلغ علم صحیح کے ساتھ تبلیغ کر سکے۔ پھر یہ کس قدر حیرت کا مقام ہے وسیلہ اور ذریعہ کا تو اتنا اہتمام اور اصل مقصد سے اتنی بے پروائی....اور عامۂ مسلمین کو جان لینا چاہیے کہ تبلیغ احکام صرف علماء ہی کے ذمہ نہیں بلکہ ہر مسلمان کے ذمہ ہے۔ جس شخص کو جتنا علم احکام کا حاصل ہے اس کو دوسروں تک پہنچانا اس کے ذمہ فرض ہے۔ مثلاً سب کو معلوم ہے کہ نماز فرض ہے تو جو نماز نہیں پڑھتا اس کو یہ حکم پہنچانا ہر شخص کے ذمہ ضروری ہے۔ اسی طرح جن کاموں کا گناہ ہونا معلوم ہے ان کا گناہ ہونا اس شخص کو بتلایا جائے جو ان میں مبتلا ہے۔ البتہ عام لوگوں کو وعظ کی صورت سے تبلیغ نہ کرنا چاہیے کہ منصب اہل علم کا ہے، جاہل جب وعظ کہنا شروع کرتا ہے تو غلط یا صحیح جو زبان پر آتا ہے کہہ جاتا ہے۔ جس سے گمراہی کا اندیشہ ہے۔ اس لیے عوام کو وعظ نہ کہنا چاہئے بلکہ گفت و شنید اور نصیحت کے طور پر ایک دوسرے کو احکام سے مطلع کرنا چاہئے کیونکہ تبلیغ احکام فرض ہے اور اس کو اصلاح حال میں بھی بڑا دخل ہے۔ فقط

(اشکال نمبر ۷) تبلیغ مدارس اور خانقاہوں کی ہے

مدارس اور خانقاہوں کے ساتھ تبلیغ کو حریف قرار دیا جاتا ہے یہ بھی غلط ہے جیسا مدارس کا فائدہ علیحدہ ہے ایسا ہی خانقاہوں کا فائدہ علیحدہ اسی طرح تبلیغ کا فائدہ بھی مستقل ہے بلکہ اس حیثیت سے کہ تبلیغ کا فائدہ عمومی ہے اور مدارس اور خانقاہوں کا فائدہ خصوصی ہے کہ مدارس اور خانقاہوں سے وہی لوگ تمتع حاصل کر سکتے ہیں۔ جو مدارس اور خانقاہوں میں جائیں اور تبلیغ کا فائدہ عمومی ہے اس حیثیت سے اس کا فائدہ ان دونوں سے زیادہ اہم اور اتم ہے کہ اس میں ناقدروں، جاہلوں دین سے ناواقف لوگوں کو دین کی طرف کھینچ کر لانا ہے۔ حضرت تھانویؒ کا ارشاد و افاضات میں لکھا ہے کہ ایک مولوی صاحب کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ درس و تدریس متعارف مقصود کا

مقدمہ ہے اور اصل مقصود تبلیغ ہے۔ آج کل بڑی کوتاہی ہو رہی ہے کہ درس و تدریس کو اصل سمجھ لیا ہے اور اس کوتاہی اور غلطی کی بدولت اکثر علماء کو جو تبلیغ نہیں کرتے ایک بہت بڑی فضیلت سے محرومی ہو گئی ہے۔ حضرات انبیاء کا درس یہی تبلیغ تھا۔ ابتداء میں درس و تدریس اور بعد فراغ علوم تحصیل اور تبلیغ دونوں کے حقوق ادا کرنے چاہئیں ایک طرف متوجہ ہو کر دوسری طرف سے غفلت کرنا یہ عظیم کوتاہی ہے علماء کو اسطرف ضرور توجہ کرنی چاہئے کہ وہ اپنا وقت تبلیغ میں بھی صرف کیا کریں..... آج کل مدارس میں اس کی بڑی کمی ہے، پڑھنے پڑھانے میں جس قدر مشغولی ہے تبلیغ کی طرف مطلق توجہ نہیں۔ جس قدر وقت اس میں صرف کرتے ہیں تبلیغ میں اس کا نصف حصہ بھی خرچ نہیں کرتے۔ اسی طرح ایک دوسری جگہ تحریر ہے "ایک مولوی صاحب کے سوال کے جواب میں ارشاد فرمایا کہ دین میں تبلیغ اصل ہے اور درس و تدریس اس کے مقدمات، مگر یہ شرط ہے کہ بلاضرورت کسی مفسدہ میں ابتلاء ہو جائے ورنہ سکوت ہی بہتر ہے۔ چنانچہ..... میں ایک مرتبہ ریل میں سفر کر رہا تھا موقع پر خیال رہتا تھا کہ لوگوں کو تبلیغ کرنا چاہئے۔ ایک شخص ریل میں تھا۔ اسکا پاجامہ ٹخنوں سے نیچے تھا۔ میں نے اس سے کہا کہ بھائی یہ شریعت کے خلاف ہے اس کو درست کر لینا۔ اس نے چھٹتے ہی شریعت کو ماں کی گالی دی، اسی روز سے میں نے بلاضرورت لوگوں کو کہنا چھوڑ دیا۔ کہ ابھی تک تو گناہ ہی تھا اور اس صورت میں کفر تک نوبت آ گئی۔" (افاضات یومیہ حصہ اول)

ایک مرتبہ فرمایا کہ اصل کام دعوت الی اللہ ہے۔ اور اس کے محفوظ اور قائم رکھنے کے لیے مدارس کی ضرورت ہے۔ اب یہ چاہئے کہ جب مدارس سے علم ضروری حاصل کر لیں تو دعوت الی اللہ بھی کیا کریں۔ جس کا آسان ذریعہ وعظ ہے اور پڑھنا پڑھانا اس کا مقدمہ ہے۔ اس لیے یہ شغل بھی ضرور رکھیں جیسے نماز کیلئے وضو اور وضو کے لئے پانی اور لوٹوں کا جمع کرنا ضروری ہے ایسے ہی تبلیغ کے لیے بھی پڑھنا پڑھانا ضروری ہے لیکن اگر کوئی شخص..... وضو اور لوٹوں ہی کے اہتمام میں رہے اور پانی ہی بھرا کرے اور نماز کا وقت گذر جائے تو کیا یہ شخص قابل مدح ہے؟ پس اسی طرح پڑھنا پڑھانا دعوت الی الحق کے صرف مقدمات ہیں۔ مگر اب ان مقدمات میں ایسی مشغولی ہوئی کہ اصل کام کو بھی بھول گئے افسوس جو لوگ اس کے اہل تھے وہ بھی اس کو بھولے ہوئے ہیں کہ وہ مقدمات ہی میں مشغول ہیں مقصود میں وقت صرف نہیں کرتے۔ (التبلیغ نمبر ۲۰ وعظ دعوت الی اللہ)

گذشتہ مضامین میں کثرت سے یہ مضمون لکھا جا چکا کہ حضرت دہلوی اور مولانا یوسف صاحب رحمہما اللہ کے مکاتیب، تقاریر، ملفوظات میں مدارس اور خانقاہوں کی اہمیت جتنی کثرت سے بیان کی گئی ہے وہ ظاہر ہے اور وہ دونوں حضرات اپنی تبلیغ کو مدارس اور خانقاہوں کے لئے بمنزلہ زمین ہموار کرنے کے فرماتے اور لکھتے رہے ہیں، اور ظاہر ہے کہ مدارس اور خانقاہوں میں وہی شخص جائے گا جس میں طلب ہوگی اور لوگوں میں طلب پیدا کرنے کا واحد ذریعہ یہ عمومی تبلیغ ہی ہے جس کی وجہ سے لوگوں میں دین کی طلب پیدا ہو اور جب تک دین کی طلب اور تڑپ پیدا نہ ہوگی نہ مدارس کو کوئی پوچھے گا نہ خانقاہوں کو، اگر تبلیغی کارگذاریوں کو معلوم کیا جائے اور ان کی احوال سے تفصیلی علم حاصل ہو تو صرف ایک میوات ہی اس کے لئے شاہد عدل ہے کہ جہاں اسلام سے بھی لوگ واقف نہیں تھے وہاں ان چالیس سال میں کتنے علماء پیدا ہوئے جن کی تعداد ہزار سے بھی متجاوز ہوگئی۔ کتنے سالکین حضرت اقدس تھانویؒ حضرت شیخ الاسلام مدنیؒ حضرت اقدس رائے پوریؒ کے خلفاء بن چکے ہیں۔ علی میاںؒ حضرت دہلوی کی سوانح میں لکھتے ہیں کہ:

آپ نے یہ اچھی طرح محسوس کر لیا کہ ایسی حالت میں مسلمانوں میں ایمان یقین رو بہ تنزل ہیں دین کی قدر و عظمت دلوں سے اٹھتی جا رہی ہے، عام مسلمان دین کی ابتدائی اور بنیادی چیزوں سے محروم ہوتے جا رہے ہیں، لہٰذا ان تکمیلی شعبوں کا قیام جو دین کی جڑ پکڑ جانے کے بعد کی چیزیں ہیں ذرا قبل از وقت باتیں ہیں، طبائع اور رجحانات کے سیلاب کے رخ کو خداداد فراست و بصیرت سے پہچان کر آپ نے اچھی طرح محسوس کر لیا کہ نئے دینی اداروں کا قیام تو الگ رہا پرانے اداروں اور دینی مرکزوں کی زندگی بھی ایسی حالت میں خطرے سے باہر نہیں۔ اس لیے کہ وہ رگیں اور شرائین جن سے ان میں خون زندگی آتا تھا مسلمانوں کے جسم میں برابر خشک ہوتی جا رہی ہیں، انکی طلب اور ان کی ضرورت کا احساس اور ان کے قائم ہو جانے کے بعد ان کی قدر اور ان کے خدمت گذاروں کی خدمات کا اعتراف ختم ہو رہا ہے، اس سلسلے میں حضرت کا ایک بہت طویل مکتوب جناب الحاج شیخ رشید احمد صاحبؒ تاجر اسلحہ الٰہی بخش اینڈ کو دہلی کے نام مدارس کی اہمیت اور ان کے بقاء و تحفظ کیلئے تبلیغ کی ضرورت پر تحریر فرمایا جو بہت اہم ہے، اس کے بعد اس خط کی شرح میں علی میاں لکھتے ہیں کہ "مولانا سمجھتے تھے کہ مدارس کا وجود مسلمانوں کیلئے نہایت ضروری ہے اور اس سایۂ رحمت

کے مسلمانوں کے سروں سے اٹھ جانے کو موجب وبال اور قہر سمجھتے تھے۔ لیکن مولانا سمجھتے تھے کہ ان مدارس کا وجود و قیام اس زمین پر ہے جو ہمارے اسلاف تیار کر گئے تھے۔ اصل دین کی تبلیغ اور جدو جہد کی بدولت مسلمانوں میں دین کی جو طلب اور قدر پیدا ہو گئی تھی اس کا نتیجہ یہ تھا کہ اس دین کو اپنی نئی نسل میں پیدا کرنے کے لیے اور اس کو دنیا میں قائم و باقی رکھنے کے لیے دیندار مسلمانوں نے جا بجا مکاتب و مدارس قائم کئے اور ان کی خدمت کو اپنی سعادت سمجھا اس بچی کھچی طلب اور قدر کا نتیجہ ہے کہ ابھی تک یہ مدارس چل رہے ہیں اور ان کو طالب علم مل رہے ہیں، لیکن اس سرمایہ طلب میں برابر کمی آ رہی ہے اور اضافہ نہیں ہو رہا ہے یہ صورت حال دین کے مستقبل اور دینی اداروں کے وجود و بقاء کیلئے سخت تشویشناک ہے۔ (دینی دعوت)

(اشکال نمبر ۸) اہل علم کے ہوتے ہوئے جاہلوں کو امیر بنانا

یہ بھی بعض مرتبہ خطوط میں آیا اور سننے میں بھی آیا کہ عالموں کے ہوتے ہوئے جاہلوں کو امیر بنایا جاتا ہے۔ بظاہر تو یہ اعتراض یقیناً اہم ہے، مگر درحقیقت امارت کے مناسبات الگ ہوتے ہیں جس کے درمیان میں صرف علم کافی نہیں ہے بلکہ اس کے ساتھ انتظامی صلاحیتیں غور و فکر وغیرہ امور بھی ضروری ہیں۔ افضل کے ہوتے ہوئے مفضول کو امیر بنانا عہد نبوت سے چلتا آ رہا ہے۔ نبی کریمؐ نے حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ کو متعدد سرایا میں امیر بنا کر بھیجا ہے۔ طعن کرنے والوں سے تو کوئی زمانہ خالی ہوتا نہیں بعض لوگوں نے انکی امارت پر اعتراض کیا حضور اقدس ﷺ نے خطبہ فرمایا۔ اور حمد و صلوۃ کے بعد ارشاد فرمایا کہ اگر تم لوگ اسامہ کی امارت پر اعتراض کرتے ہو تو اس سے پہلے ان کے والد زید کی امارت میں اعتراض کر چکے ہو اور خدا کی قسم کہ وہ امارت کا زیادہ مستحق تھا اور مجھے محبوب۔ (بخاری) اعتراضات کی وجوہ میں یہ بھی تھا کہ اس نوعمر لڑکے کو مہاجرین اولین پر امیر بنا دیا (حیاۃ الصحابہؓ) حضور اقدس ﷺ نے حضرت اسامہ کو اپنے مرضِ وصال میں امیر بنایا۔ جس کی تنفیذ حضرت ابوبکر صدیقؓ نے حضور اقدس ﷺ کے وصال مبارک کے بعد کی کتب حدیث و سیر میں مفصل اس کی احادیث موجود ہیں۔ کہ اول تو اس لشکر کو اس حالت میں بھیجنے ہی پر لوگوں کو اشکال تھا۔ جب حضرت ابوبکر صدیقؓ نے اصرار کیا کہ جس لشکر کو حضور اقدس ﷺ نے نافذ فرمایا ہے

میں اس کو روک نہیں سکتا تو پھر انصار نے حضرت عمرؓ کو حضرت ابوبکر صدیقؓ کے پاس قاصد بنا کر بھیجا کہ اگر اس کا بھیجنا ضروری ہے تو پھر ہمارے اوپر کسی ایسے شخص کو امیر بنادیں جو سن رسیدہ ہو، جب حضرت عمرؓ یہ پیام لیکر حضرت صدیق اکبرؓ کے پاس پہنچے تو حضرت صدیق اکبرؓ نے حضرت عمرؓ کی داڑھی مبارک کو پکڑ کر کہا تو مر جاوے حضور اقدس ﷺ نے اس کو امیر بنایا اور تو مجھے یہ کہتا ہے کہ میں اس کو اس کی امارت سے ہٹادوں۔ حضرت عمرؓ نے جا کر کہا کہ تمہیں تمہاری مائیں روئیں مجھے تمہاری وجہ سے آج خلیفۃ الرسول صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ پیش آیا۔'' بہت طویل قصہ ہے۔ حیاۃ الصحابہؓ نیز حضور ﷺ نے حضرت ابوعبیدہؓ کو امیر بنایا جبکہ ان کے ماتحت حضرات ابوبکر وعمر رضی اللہ عنہما بھی موجود تھے۔ مفصل حدیث حیاۃ الصحابہؓ میں ہے، حضور اقدس ﷺ نے جہینہ پر جو وفد بھیجا اس میں عبداللہ بن جحش کو امیر بنایا اور یہ ارشاد فرمایا کہ یہ تم میں زیادہ افضل نہیں ہے، لیکن بھوک اور پیاس پر زیادہ صبر کرنے والے ہیں۔ (حیاۃ الصحابہؓ ج ۲)

امارت کیلئے خاص صفات کو دیکھا جاتا ہے

اس سے معلوم ہوا کہ امارت کے سلسلہ کے درمیان میں صرف افضلیت کو نہیں دیکھا جاتا بلکہ اور بھی بہت سی چیزیں اس میں قابل لحاظ ہوتی ہیں۔ حضرت قیس بن سعد کو ایک لشکر کے اوپر امیر بنایا۔ جن میں حضرت عمرؓ اور حضرت ابوعبیدہؓ بھی موجود تھے۔ (حیاۃ الصحابہؓ جلد ۲)

حضرت ابوبکر صدیقؓ نے اپنے زمانہ خلافت میں یزید بن ابی سفیان کو امیر بنایا اور ماتحتی میں امین ہذہ الامۃ حضرت ابوعبیدہؓ اور امام العلماء حضرت معاذ بن جبلؓ تھے اور یہ دونوں لقب ان دونوں حضرات کیلئے حضور اقدس ﷺ کے ارشاد فرمودہ ہیں مفصل قصہ حیاۃ الصحابہؓ میں ہے۔ حضرت ابوبکر صدیقؓ نے حضرت عمرو بن العاصؓ کو مہاجرین اور انصار کی بڑی جماعت پر امیر بنا کر بھیجا۔ اور ان سے فرمایا ''تم نے دیکھ لیا کہ میں نے تمہیں ایسے لوگوں پر امیر بنایا ہے جو اسلام میں تم سے مقدم ہیں اور وہ اسلام کے بارے میں تم سے زیادہ غنی ہیں۔ آخرت کے حاکموں میں سے بننے کی کوشش کیجیو، اور ہر بات کے درمیان میں اللہ کی رضا کا اہتمام رکھیو۔'' (حیاۃ الصحابہؓ)

حضرت حکیم الامۃؒ کا ارشاد افاضات یومیہ میں منقول ہے کہ محمد بن قاسم حجاج بن

یوسف کے داماد تھے، جس وقت ہندوستان پر چڑھائی کی اس وقت سترہ سال کی عمر تھی لشکر میں بڑے بڑے پرانے تجربہ کار ہمراہ تھے مگر سب ان کی اطاعت کرتے تھے۔ یہ سب برکت ایمان اور فہم صحیح کی تھی، سترہ سال کی عمر اور دوسرے ممالک پر چڑھائی، زمانہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے قریب تھا اس وقت فہم عام تھا۔ اب جس قدر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ سے بعد ہوتا جارہا ہے اس قدر اس میں کمی ہوتی جارہی ہے فقط درحقیقت امارت کے واسطے صرف مشیخت یا افضلیت یا عملیت کافی نہیں اس میں ان چیزوں سے زیادہ ضرورت بالخصوص اسفار کے موقعہ پر ایسے شخص کی ہوتی ہے جو ہمت، قوت، مشقتوں کے برداشت میں زیادہ تحمل کرنے والا ہو، تبلیغ والے امارت کیلئے خاص طور پر اس کی رعایت ضرور رکھتے ہیں کہ پہلے سے کسی دورہ وغیرہ میں نکل چکا ہو کہ وہ فی الجملہ تجربہ کار ہوتا ہے واقف ہوتا ہے۔ اسی وجہ سے بعض جماعتوں میں کسی پرانے کارکن کو ایسے اکابر پر بھی امیر بنادیا جاتا ہے اور بنانا ضروری ہے جو پہلے کسی گشت میں نہ گئے ہوں، کہ وہ اصول طریق کار سے اپنی علوشان کے باوجود ناواقف ہوتے ہیں۔ مقولہ مشہور ہے۔ " سل المجرب و لاتسئل الحکیم"

"تجربہ کاروں سے دریافت کرو اہل حکمت سے نہ پوچھو"

کہ بات تجربہ کار سے پوچھنی چاہئے۔ بہت سے طبیب و ڈاکٹر جن کی ڈگریاں اونچی ہوتی ہیں لیکن علاج ان سے کم ڈگریوں والوں کا بوجہ ان کے تجربات کے زیادہ مؤثر ہوتا ہے۔ پہلے سفر حج یعنی ۱۳۳۸ھ میں شریف کے اخیر زمانہ میں مدینہ کا راستہ نہایت مخدوش تھا۔ جس کی وجہ سے مدینہ پاک قافلے بہت کم گئے۔ ہم لوگوں کا پہلا سفر حج تھا۔ اس لیے حضرت اقدسؒ نے ارشاد فرمایا کہ میں تو مدینہ کئی دفعہ حاضر ہو چکا ہوں۔ قیام کی نیت سے جارہا تھا مگر قیام کی تو حضرت مولانا محب الدین صاحب اجازت نہیں دیتے۔ تم لوگوں کا پہلا حج ہے معلوم نہیں پھر حاضری ہو نہ ہو۔ اس لیے تم ہو آؤ، مدینہ پاک کے اس سفر میں اس سیہ کار کو حضرت نے امیر بنادیا حالانکہ اس قافلہ میں مجھ سے زیادہ علم والے فضل والے بڑے بڑے بوڑھے بھی موجود تھے۔ اس کی تفصیل میرے رسالہ آپ بیتی میں گذر چکی ہے۔ اس سلسلہ میں یہ الزام بھی دہرایا گیا کہ تبلیغ والوں کا یہ عذر کہ کوئی اہل نہیں تھا اس واسطے نا اہل ہی کو امیر بنادیا۔ اور اس پر بہت فقرے کسے گئے کہ جب کوئی اہل نہیں تھا تو کیا

ضرورت تھی کہ جماعت نکالی جاتی یہ بھی ناواقفیت پر مبنی ہے۔ جب تبلیغ کی اہمیت اس کی ضرورت اور احتیاج کثرت سے معلوم ہو چکی تو پھر یہ اشکال کہ نا اہل کو کیوں امیر بنا دیا مسئلوں سے ناواقفیت ہے، علماء کے نزدیک بالاتفاق امیوں کی نماز امی امام کے پیچھے جائز ہے اس وجہ سے کہ جماعت میں کوئی قاری یا عالم نہیں جماعت کا چھوڑنا جائز نہیں، امارت تو معمولی چیزیں ہیں اور عارضی، حضرت حکیم الامۃ نور اللہ مرقدہٗ نے تو اپنے ملفوظات میں کثرت سے تحریر فرمادیا کہ مشائخ بعض اوقات نا اہل کو بھی اجازت دے دیتے ہیں، میرے رسالہ آپ بیتی نمبر ۵ میں یہ مضمون بہت تفصیل سے گذر چکا ہے۔ حضرت تھانویؒ ایک طویل گفتگو میں ارشاد فرماتے ہیں کہ اگر امامت کیلئے کوئی وجہ کافی نہ ہو تو یہی وجہ کافی ہے کہ امام کو باوجود نا اہل ہونے کے جب لوگ اہل سمجھ کر امام بناتے ہیں تو ممکن ہے کہ حق تعالیٰ اس کو لوگوں کے گمان کے موافق اہل ہی کر دیں۔ اکثر واقع ہوا ہے کہ مشائخ نے کسی ایسے شخص کو اجازت دی جس میں اہلیت نہ تھی مگر حق تعالیٰ نے ان کے فعل کی برکت سے اس کو اہل کر دیا۔ (مجالس الحکمۃ)

انجن کی طاقت

حضرت دہلویؒ کا نکاح ۱۳۳۰ھ میں ہوا جب کہ عمر ۲۷ سال کی تھی، اور نکاح میں اعلیٰ حضرت شاہ عبدالرحیم صاحب رائپوری حضرت اقدس مولانا الحاج خلیل احمد صاحب حضرت حکیم الامت تھانویؒ وغیرہ اکابر موجود تھے۔ حضرت دہلویؒ کو امامت کیلئے بڑھا دیا تو مولانا بدر الحسنؒ نے جو خاندان کے بڑے تھے مزاحاً کہا کہ انجن تو اتنا چھوٹا اور اتنے بھاری بھاری ڈبے تو حضرت حکیم الامۃ نے فرمایا تھا کہ یہ تو انجن کی طاقت پر منحصر ہے فقط نوعمر امیر بھی بسا اوقات قافلہ کو زیادہ قابو میں رکھ سکتا ہے۔

(اشکال نمبر ۹) حضرات اکابر حضرت مدنیؒ و تھانویؒ تبلیغ کے حق میں نہ تھے

ایک اعتراض کثرت سے کانوں میں پڑا کہ حضرت حکیم الامۃ اور حضرت شیخ الاسلام مدنی نور اللہ مرقدہما اس موجودہ تبلیغ کے خلاف تھے، حضرت شیخ الاسلام نور اللہ مرقدہٗ کے متعلق تو آئندہ مستقل نمبر آ رہا ہے کہ حضرت نور اللہ مرقدہٗ نے تو کثرت سے ان تبلیغی مجامع میں شرکت فرمائی۔ حضرت حکیم الامۃ قدس سرہٗ کی خدمت اقدس میں ۴۰ھ میں تو اس ناکارہ کی طباعت بذل کے

سلسلے میں بہت کثرت سے حاضری ہوئی، اس وقت تک تو یہ تبلیغ شروع نہ ہوئی تھی اس کے بعد ۴۶ھ سے حجاز سے واپسی کے بعد حضرت حکیم الامۃ نور اللہ مرقدہٗ کے وصال ۱۲ رجب ۶۲ ۱۳ھ تک بہت ہی کثرت سے حضرت قدس سرہٗ کی خدمت میں حاضری کی نوبت آئی۔ مہینہ تو شاید ہی کوئی گیا ہو مگر دو مہینے مسلسل کبھی ایسے نہیں گزرے ہوں گے کہ تھانہ بھون کی حاضری نہ ہوئی ہو۔ میں نے اس دوران میں حضرت کی مجلس میں کوئی مخالفت نہیں سنی۔

مولوی الیاس نے یاس کو آس میں بدل دیا (حضرت تھانویؒ)

البتہ لوگوں سے میرے کان میں پڑا، مگر حضرت قدس سرہٗ کے اجل خلفاء کی تحریرات مستقل نمبر میں آگے آرہی ہیں جن سے ان حضرات کا اس تبلیغ کے ساتھ شغف وانہماک معلوم ہوگا، اس کے بالمقابل یہ مقولہ حضرت حکیم الامۃ کا متعدد لوگوں سے میرے کان میں پڑا کہ ''مولوی الیاس صاحب نے تو یاس کو آس سے بدل دیا حضرت دہلوی نور اللہ مرقدہٗ کی سوانح میں علی میاں نے نقل کیا ہے کہ ایک مرتبہ حضرت مولانا الیاس صاحب نے جب حضرت حکیم الامۃ سے اس سلسلہ میں کچھ گفتگو کرنی چاہی تو مولانا نے فرمایا کہ دلائل کی ضرورت نہیں دلائل تو کسی چیز کے ثبوت اور صداقت کیلئے پیش کیے جاتے ہیں میرا تو اطمینان عمل سے ہو چکا ہے۔ اب کسی دلیل کی ضرورت نہیں آپ نے تو ماشاء اللہ یاس کو آس سے بدل دیا مولانا کو ایک بے اطمینانی یہ تھی کہ علم کے بغیر یہ لوگ فریضہ تبلیغ کیسے انجام دے سکیں گے۔ لیکن جب مولانا ظفر احمد صاحب نے بتلایا کہ یہ مبلغین ان چیزوں کے سوا جن کا ان کو حکم ہے کسی اور چیز کا ذکر نہیں کرتے۔ اور کچھ اور نہیں چھیڑتے تو مولانا کو مزید اطمینان ہوا۔'' اور یہ مضمون گذشتہ مضامین حضرت تھانویؒ کے مختلف ملفوظات میں گذر چکا ہے کہ وعظ عالموں کا کام ہے تبلیغ ہر شخص کرسکتا ہے تبلیغ اور تذکیر کے فرق کے بیان میں حضرت تھانوی کے مختلف مضامین اس سلسلے میں گذر چکے ہیں، اگر کسی موقع پر حضرت حکیم الامت نے کوئی نکیر فرمائی ہوگی تو یقیناً اس روایت پر کہ جاہلوں کا وعظ نقل کیا گیا ہو، یا کسی مبلغ یا کسی خاص جماعت کی بے عنوانی نقل کی گئی ہوگی اس پر حضرت کا نکیر فرمانا برمحل ہے۔ تقریباً آٹھ سال ہوئے ایک صاحب کا خط میرے پاس آیا تھا جس میں یہی استفسار کیا گیا تھا کہ حضرت حکیم الامۃ قدس سرہٗ کیا اس تحریک کے مخالف تھے۔ اور یہ کہ میرے شیخ مجھے اس میں شرکت کی اجازت نہیں

دیتے اور میں اس کو بہت ضروری سمجھتا ہوں ایسی حالت میں مجھے کیا کرنا چاہئے۔ میرا وہ خط اسی زمانہ میں چند سال ہوئے ایک رسالہ "چشمہ آفتاب" میں طبع ہو گیا تھا، جس کو اس رسالہ سے یہاں نقل کراتا ہوں۔

ایک اہم مکتوب

عنایت فرمایم سلمہ بعد سلام مسنون۔ عنایت نامہ پہنچا حضرت تھانوی نور اللہ مرقدہٗ کے متعلق مخالفت میرے علم میں نہیں۔ بلکہ میرے علم میں یہ ہے کہ حضرت قدس سرہٗ متعدد مرتبہ نظام الدین تشریف لے گئے بلکہ میوات بھی تشریف لے گئے اور چچا جان یعنی مولانا محمد الیاسؒ صاحب بھی کثرت سے تھانہ بھون حاضر ہوتے تھے، تھانہ بھون کی حاضری میں یہ ناکارہ بھی اکثر ساتھ ہوتا تھا اور چچا جان ہر حاضری پر اپنی مساعی کا تذکرہ کرتے تھے اس پر حضرتؒ اظہار مسرت بھی فرماتے تھے اور دعائیں بھی دیتے تھے یہ تو اس ناکارہ کا مشاہدہ ہے۔"

البتہ یہ تو میں بھی سن رہا ہوں کہ حضرت قدس سرہٗ کے بعض خلفاء اور خواص اس کو پسند نہیں فرماتے اس کے متعلق میرا خیال ہے کہ ان حضرات کو قریب سے دیکھنے کی نوبت نہیں آئی روایات پر رائے قائم فرماتے ہیں۔ نیز چونکہ اس کی کوئی منتظم جماعت نہیں، بلکہ خود آپ نے بھی دیکھا ہوگا کہ ان حضرات کی کوشش رہتی ہے کہ ہر جگہ سے آدمی نکلیں نئے آدمی اصول سے واقف نہیں ہوتے ان سے بے اصولیاں بھی ہوتی ہیں، اس ناکارہ کو شروع ہی سے بہت قریب سے دیکھنے کی نوبت آئی ہے۔ اب ان جماعتوں کے کارنامے بہت کثرت سے دیکھنے اور سننے کے مواقع پیش آتے ہیں میرے نزدیک یہ تحریک موجودہ حالت کے لحاظ سے نہایت ہی مفید اور بے انتہا ثمرات کا موجب ہے، ہزاروں نہیں بلکہ لاکھوں بے نمازی بے دین دیندار بن گئے جو لوگ علماء اور مدارس کے بہت خلاف تھے وہ سینکڑوں کی تعداد میں اہل علم سے متعلق اور مدارس کے معین بن گئے"۔

"نہ صرف ہندوستان و پاکستان بلکہ عرب ممالک اور دوسرے یورپ کے بہت سے شہروں میں ہزاروں آدمی دین کی طرف متوجہ ہو رہے ہیں جن ممالک میں مساجد ویران پڑی تھیں ان میں باقاعدہ نماز بلکہ تراویح کا اہتمام ہو گیا۔ کوتاہیوں سے انکار نہیں لیکن کوتاہیوں سے کون سا مجمع یا ادارہ خالی ہے نفع نقصان کی مجموعی حالت کا اندازہ کیا جا سکتا ہے ہمارے مدرسہ کے ناظم الحاج مولانا اسعد اللہ صاحب مدظلہ مولانا تھانوی قدس سرہٗ کے خلیفہ ہیں وہ تو بیعت کے وقت بھی ہر مرید کو اس کی تاکید فرماتے ہیں۔ اسی

طرح دوسرے، بہت سے مشائخ بھی اپنے مریدین کو اس کی تاکید فرماتے ہیں، مولانا مفتی محمد شفیع صاحب پاکستانی بھی ،حضرت تھانوی قدس سرہٗ کے خلفاء میں سے ہیں۔ اس مرتبہ سفر حج سے واپسی پر خود اس ناکارہ کی موجودگی میں انہوں نے مولانا محمد یوسف صاحبؒ کو اپنے مدرسہ میں بلا کر اس کی تاکید اور تحریک پر تقریر کروائی۔

ابھی مولانا عبیداللہ صاحب بھی مدینہ منورہ سے پاکستان کے راستے سے واپس آئے انہوں نے بھی بتایا کہ مفتی صاحب نے بہت اصرار سے اپنے مدرسہ کے لوگوں کو اس بات کی طرف متوجہ فرمایا اور خود انہوں نے بھی ان کی تقریر کے بعد زوردار تائید فرمائی اس سب کے باوجود آپ کے متعلق میرا مشورہ یہ ہے کہ اگر آپ کو شیخ اس کی اجازت نہ دیں تو آپ کو ان کی منشاء کے خلاف شرکت نہیں کرنی چاہئے۔ البتہ اگر آپ کو شیخ خوشی سے اجازت دیں تو ضرور شرکت فرمائیں، ہاں یہ ضرور ہے کہ اگر آپ اپنے شیخ کی رضا کے تحت شرکت نہ فرماویں تو مخالفت بھی نہ فرماویں، اس لیے کہ میری رائے یہ ہے کہ عنایت الٰہی اس تحریک کی طرف متوجہ ہے کہ مبشرات نبی کریم ﷺ کی طرف سے اس جماعت کے متعلق تواتر سے نقل کئے جارہے ہیں اور نبی کریمؐ کی طرف سے لوگوں کو اس میں شرکت کے واسطے ترغیبات وتاکیدات خوابوں میں کثرت سے کی جارہی ہیں جس کی نظیر لیلۃ القدر کے بارے میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا پاک ارشاد ہے۔ ''اری رویا کم قد طواطئت فی السبع الاواخر الحدیث'' جس کو شیخین نے تخریج کیا ہے، کی روشنی میں کثرت سے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا خواب میں حمایت کرنا جو اتنی کثرت سے سننے میں آرہا ہے کہ اس کا احصاء دشوار ہے۔ اس کے علاوہ بہت سے امور ایسے ہیں کہ جن کی بناء پر یہ ناکارہ مخالفت کو خطرناک سمجھ رہا ہے، عدم شرکت دوسری چیز ہے کوئی شخص اپنے اعذار کی وجہ سے یا اپنے شرح صدر نہ ہونے کی وجہ سے شرکت نہ کرے، اس میں بندہ کے نزدیک کوئی خطرہ نہیں، لیکن مخالفت دوسری چیز ہے یہ اس ناکارہ کا ناقص خیال ہے واللہ اعلم بالصواب۔ البتہ کوئی منکر صریح دیکھی جائے تو اس پر نکیر دوسری چیز ہے۔ یہ ناکارہ اپنے ہجوم مشاغل اور کثرت امراض کی وجہ سے طویل تحریرات سے معذور ہے اس لیے آپ کو اس خصوصی تعلق پر، جو مدرسہ کی وجہ سے اس ناکارہ سے بھی ہے مختصراً اپنی رائے لکھ دی ہے۔ ''ان کان صوابا فمن اللہ و ان کان خطاً فمنی و من الشیطان.'' فقط والسلام

(شیخ الحدیث حضرت مولانا) محمد زکریا صاحب مظاہر علوم سہارنپور

بقلم محمد اسماعیل سورتی ۳ ج ۲ ۱۳۸۴ھ

افراد کے معاملات کو جماعت پر محمول نہ کیا جائے

اگر حضرت اقدس تھانوی نور اللہ مرقدہٗ نے کبھی کسی مبلغ یا جماعت کے متعلق کوئی تنقید فرمائی ہو تو مجھے اس سے انکار نہیں، حضرت قدس سرہٗ کی تنبیہات اور اصلاحات سے کون ناواقف ہے اور اس سے طلبہ علماء بالخصوص حضرت کے خدام اور مجازین میں کون سا مستثنیٰ ہے، خود حضرت قدس سرہٗ کا ارشاد مبارک ہے فرمایا کہ مشکل سے کوئی شخص ہوگا جو میری لڑائی سے (مراد روک ٹوک ہے) بچا ہوگا، ورنہ قریب قریب سب ہی سے لڑائی ہو چکی ہے۔ (افاضات) خوان خلیل کے ضمیمہ پر جام نمبر ۸ کے حاشیہ میں حضرت تھانوی قدس سرہٗ کا ارشاد ہے کہ باوجود درجہ مجازیت کے بھی انسان سے لغزش ہو سکتی ہے۔

حضرت مولانا تھانویؒ کی تربیت کے چند دلچسپ واقعات

اس وقت ایک موقع نظر کے سامنے بھی ہے، الامداد بابت محرم ۱۳۳۶ھ میں ایک صاحب پر جن کے مجاز ہونے کی عبارت میں بھی تصریح ہے کس قدر لتاڑ پڑی ہے...... ایک صاحب نے جو مولوی اور مجاز تھے ایک عریضہ لکھ کر خدمت والا میں پیش کیا جس میں یہ مضمون تھا کہ ”میں اپنے وطن جاتا ہوں اور وہاں فتنے بہت ہیں آپ کچھ فرما دیجئے تا کہ مجھے اطمینان ہو جائے“ فرمایا کہ میں کیا کہہ دوں۔ ان صاحب نے اس کا جواب دینے میں گنجلک (ٹال مٹول) کی آپ نے فرمایا کہ صاف جواب دو اس تحریر کا کیا مقصود ہے۔ اس کے بعد انہوں نے عرض کیا کہ کوئی ایسا لفظ کہہ دیجئے کہ حق تعالیٰ مددگار ہیں۔ فرمایا کہ یہ تو ایسا امر ہے کہ میں اس کے دریافت کرنے میں آپ کا حاجت مند ہوا اور آپ میرے کہنے سے پہلے ان کو جانتے ہیں پھر مجھ سے یہ لفظ کیوں کہلایا جاتا ہے۔ پھر فرمایا کہ میرے سامنے سے دور ہو جاؤ، تم کو بات کرنے کا سلیقہ بھی نہیں آیا۔ اگر دعا کرانی تھی تو صاف لفظوں میں کہا ہوتا کہ دعا کر دیجئے۔ اس کے بعد ایک صاحب نے ان صاحب کی سفارش کرنی شروع کی تو ان پر بھی لتاڑ پڑی ”الامداد“ میں اس کی تفصیل موجود ہے۔ فقط اس سے بھی بڑھ کر جناب الحاج حکیم محمد مصطفیٰ صاحب نور اللہ مرقدہٗ حضرت قدس سرہٗ کے کتنے اخص الخواص مقرب اور معالج جن کے متعلق حضرت حکیم الامۃ نے لکھا ہے ”دیکھئے حکیم مصطفیٰ صاحب کتنے محبوب“ ”معتمد کتنے مقرب کتنے مخصوص اس کے باوجود حکیم مصطفیٰ صاحب نے جب کہ حضرت حکیم الامۃ لکھنؤ شفاء الملک صاحب کے زیر علاج تھے تو

حکیم صاحب نے اپنے کسی دوست کے ذریعہ سے شفاء الملک سے حضرت حکیم الامۃ کے مرض کی تشخیص کے متعلق استفسار کیا تھا کہ کیا مرض ہے اس پر حضرت حکیم الامۃ نے اس دخل در معقولات پر جتنا سخت خط حکیم مصطفیٰ صاحب کو لتاڑ کا لکھا ہے وہ میری تو نقل کی ہمت نہیں پڑتی افاضات یومیہ جلد نہم حصہ دوم ملفوظ نمبر ۱۳۳ میں نقل کیا ہے کہ اس سے یہ سمجھائے گا کہ حضرت قدس سرہٗ حکیم محمد مصطفیٰ صاحب سے ناراض ہو گئے تھے یا وہ معتوب بن گئے تھے۔ حضرت تھانویؒ اپنے بڑے بھانجے مولانا سعید احمدؒ کے متعلق فرماتے تھے کہ مجھے ان کے ساتھ سب سے زیادہ محبت تھی جس کو عشق کہہ سکتے ہیں۔ لیکن میں نے ان ہی کے ساتھ سب سے زیادہ سختی کا برتاؤ کیا..... سہارنپور کے ایک جلسہ میں مولانا کا نہایت اعلیٰ درجہ کا وعظ ہوا جس سے سامعین بیحد متاثر ہوئے حضرت نے بعد وعظ مولانا کو کسی معمولی سی بات پر برسر مجمع نہایت سختی کے ساتھ زجر و توبیخ فرمائی تا کہ ان میں عجب و پندار پیدا نہ ہو، بعد میں حضرت والا نے خود بھی یہی مصلحت بتائی۔ (اشرف السوانح)

کیا ان تین واقعوں سے یا اس قسم کے دوسرے واقعات سے کوئی یہ کہہ سکتا ہے کہ حضرت قدس سرہٗ اپنے سارے مجازین اور سارے اعزہ سے خفا تھے یا سب کو نکال دیا تھا اسی طرح اگر کسی مبلغ یا کسی جماعت کے متعلق کسی لغزش پر جو حضرت قدس سرہٗ تک صحیح یا غلط طریقہ پر پہنچی اور حضرت نے لتاڑا ہو تو برمحل ہے۔ لیکن اس کی وجہ سے یہ کہہ دینا کہ حضرت اس جماعت سے خفا تھے۔ کوئی بھی عقل سلیم مان سکتی ہے، بالخصوص جب کہ لوگوں کی عادت اکابر کی خدمت میں غلط واقعات پہنچانے کی مشہور و معروف ہے خوان خلیل کے قصہ کے سلسلہ میں حضرت اقدس سہارنپوری نور اللہ مرقدہ کا یہ مقولہ بھی درج ہے کہ معلوم نہیں لوگوں کو کیا مزا آتا ہے کہ غلط روایتیں پہنچا کر اہل خیر کے قلوب کو دکھاتے ہیں۔ فقط

حضرت حکیم الامۃ کی افاضات یومیہ میں بیسیوں قسم کے اس نوع کے واقعات ہیں اس لیے اکابر کی طرف سے اگر کسی آدمی پر کسی جماعت پر کوئی ڈانٹ پڑے تو وہ وقتی چیز ہوتی ہے۔ اس کو اس شخص یا جماعت کی طرف سے کلیہ پر حمل کرنا یا جہالت سے ہو سکتا ہے یا عناد سے۔

میری ڈانٹ اس لئے ہے کہ یہ حضرات مجھ سے بہتر ہو جائیں (حضرت تھانویؒ)

خود حضرت تھانویؒ نے ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ جن لوگوں پر ڈانٹ ڈپٹ روک

ٹوک زیادہ کرتا ہوں یہ واقعہ ہے کہ ان کے متعلق یہ جی چاہتا ہے کہ یہ مجھ سے اچھے ہو جائیں۔ گو عام لوگ اس کو عدم مناسبت اور بے تعلقی کی دلیل سمجھتے ہیں۔ (افاضات یومیہ)

ابو داؤد شریف میں ایک حدیث نقل کی گئی ہے، حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ مدائن (شہر کا نام) میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے کچھ احادیث نقل کیا کرتے تھے جو نبی کریم ﷺ بعض لوگوں کے متعلق غصہ میں فرمایا جو لوگ یہ حدیثیں سنتے تھے اور حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ کے پاس جا کر نقل کرتے تو حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ کہتے تھے کہ حذیفہ رضی اللہ عنہ کو اپنی احادیث کا زیادہ علم ہے، لوگ حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ کے پاس جا کر کہتے کہ ہم نے حضرت سلمان رضی اللہ عنہ سے تمہاری حدیثیں نقل کیں، انہوں نے نہ تو تصدیق کی نہ تکذیب کی تو حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ کے پاس گئے اور ان سے دریافت کیا آپ میری ان احادیث کی تصدیق کیوں نہیں کرتے جو خود آپ نے بھی حضرت اقدس ﷺ سے سنی ہیں حضرت سلمان رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ نبی کریم ﷺ ناراضی کے درمیان میں بعض لوگوں کے متعلق کچھ فرمادیتے تھے اور بعض اوقات بعض لوگوں کی کسی مسرت کی بات پر مسرت کا اظہار فرمادیتے تھے تم اس قسم کی روایات نقل کرنے سے یا تو رک جاؤ جن کی وجہ سے بعض لوگوں کی محبت اور بعض لوگوں کے دل میں ناراضی پیدا ہو اور آپس میں اختلاف پیدا ہو۔ تم کو معلوم ہے کہ حضور اقدس ﷺ نے ایک مرتبہ خطبہ میں فرمایا کہ میں ایک آدمی ہوں دوسرے آدمیوں کی طرح سے مجھے بھی غصہ آجاتا ہے پس جس آدمی کو میں نے غصہ میں کچھ کہا ہو، یا اللہ! تو اس کہنے کو لوگوں کیلئے رحمت اور قیامت کے دن برکات کا سبب بنا! تو تم ایسی حدیثیں نقل کرنے سے رک جاؤ، ورنہ میں امیر المؤمنین کے پاس تمہاری شکایت لکھوں گا۔ (بذل ج ۵)

مشائخ کی مجلسوں میں ایک تکلیف دہ گروہ

خود حضرت اقدس نور اللہ مرقدہٗ سے افاضات یومیہ میں نقل کیا گیا ہے کہ مشائخ کے یہاں جو مقربین بصیغۂ اسم مفعول ہوتے ہیں ان میں ایک دو مکربین بصیغۂ اسم فاعل بھی ہوتے ہیں، ہر وقت شیخ کو اور دوسرے متعلقین کو کرب میں رکھتے ہیں، جھوٹ، سچ لگاتے رہتے ہیں، جس سے چاہا شیخ کو ناراض کر دیا جس سے چاہا راضی کر دیا، بحمد للہ ہمارے بزرگ اس سے صاف ہیں حضرت مولانا محمد

قاسم صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ تو کسی کی شکایات سنتے ہی نہ تھے جہاں کسی نے کسی کی شکایات شروع کی فوراً فرمادیا کرتے تھے کہ خاموش رہو میں سننا نہیں چاہتا، اسکے بعد کسی کی ہمت ہی شکایت کی نہ ہوتی تھی، اور حضرت حاجی صاحبؒ سب سن کر فرمادیتے تھے کہ تم نے جو کچھ بیان کیا اور فلاں شخص کی شکایت کی سب غلط ہیں۔ میں جانتا ہوں اس شخص کو وہ ایسا نہیں، ایک صاحب نے عرض کیا، حضرت گنگوہیؒ کا اس بارے میں کیا معمول تھا۔ فرمایا کہ ایک صاحب نے حضرت سے سوال کیا تھا کہ آپ سے لوگ دوسروں کی شکایت بیان کرتے ہیں آپ پر کوئی اثر ہوتا ہے فرمایا کہ ہوتا ہے۔ اور وہ یہ کہ میں سمجھ لیتا ہوں کہ دونوں میں رنجش ہے۔ مگر سن لیتے تھے سب۔'' افاضات یومیہ میں لکھا ہے کہ میں تو واقعات میں علماء تک کی روایات کا بھی اعتبار نہیں کرتا۔ میرا اعتقاد یہ ہے کہ یہ فتویٰ تو صحیح دیں گے مگر واقعات میں اکثر ان کا بھی معمول احتیاط کا نہیں، اس پر چاہے کوئی برا مانے یا بھلا جو بات تھی صاف عرض کردی۔''

ایک مرتبہ حضرت حکیم الامۃ نور اللہ مرقدہٗ نے ارشاد فرمایا کہ آج کل بزرگوں کے پاس مقربین یہ سوغاتیں لے کر جاتے ہیں کہیں اس کی شکایت کہیں اس کی شکایت کسی نے دو حضرات سے جا کر یہ کہہ دیا کہ دیکھئے آپ کے سفر حجاز کے بعد ہی اس نے (یعنی حضرت تھانویؒ) حدیث کا دورہ شروع کرادیا۔ احقر نے عرض کیا کہ شاید مثنوی شریف کے درس کو کسی نے حدیث کا دورہ سمجھ لیا ہو فرمایا یہ بھی عجیب بات ہے کہ خرگوش کو اونٹ سمجھ لے پھر فرمایا کہ اگر شروع ہی کردیتا تو کیا گناہ تھا۔ مگر لوگوں میں یہ سخت عیب کی بات ہے کہ بزرگوں کے بھی کان بھرتے ہیں۔ بزرگوں کے پاس یہ سوغاتیں لے کر جاتے ہیں۔

(احسن العزیز)

میرا مقصد ان چیزوں کے ذکر کرنے سے یہ ہے کہ مشائخ کے یہاں روایات غلط اور صحیح پہنچتی ہی رہتی ہیں۔ اور اس بناء پر اگر کسی شخص کی کوئی تعریف یا کسی کی کوئی مذمت کی ہو تو ان کو کلیہ بنا لینا ہرگز مناسب نہیں، حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہٗ نے تو جلیل القدر صحابی حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہٗ صاحبِ سر النبی ﷺ کو بھی اس پر ڈانٹ دیا کہ ایسی روایات نقل نہ کیا کریں یہ میں لکھ چکا ہوں کہ حضرت تھانوی قدس سرہٗ کے اجل خلفاء جن کی تفصیل آگے آرہی ہے اس کام میں بہت شرکت فرمارہے ہیں۔

اور حضرت مولانا وصی اللہ صاحب نور اللہ مرقدہٗ نے مختصر لفظوں میں بہت اچھی بات

لکھی کہ ''آپ لوگوں سے اس قسم کے استفسارات تعجب خیز ہیں یہ تبلیغ آج سے نہیں، ایک زمانہ دراز اس پر گذر چکا ہے اور اب یہ عروج پر ہے جب علماء اس میں شریک ہیں، انہوں نے اس کی ضرورت کو اور اس کی شرعی حیثیت کو مدنظر رکھ کر اس کام کو عمل میں لایا ہوگا۔ اور یہ بات روز روشن کی طرح واضح ولائح ہے اس کے بعد اب سوال کی کیا حاجت باقی رہ جاتی ہے۔

(اشکال نمبر ۱۰) حضرت مدنیؒ کو تبلیغ کے کام سے اتفاق نہ تھا

حضرت شیخ الاسلام حضرت مدنیؒ کے متعلق میرے کان میں کبھی کبھی پڑا کہ حضرت بھی اس کے مخالف تھے۔ اس روایت پر تو میری حیرت کی انتہا نہ رہی اسے لیے کہ حضرت قدس سرہٗ کی اس تبلیغ کے ساتھ دلچسپی شغف، ترغیبات، تحریر و تقریر اتنی شائع ہو چکی ہیں کہ اس کے بعد اس قسم کی روایات حضرت کی طرف منسوب کرنا عناد کے سوا کچھ نہیں، اس جماعت کے جلسوں میں کثرت سے حضرتؒ کی شرکتیں بھی ہیں تقریریں بھی ہیں اور شرکت کیلئے تاکیدیں بھی ہیں ان سب کا احاطہ اس مختصر رسالہ میں تو بہت دشوار ہے۔

حضرت کی تقریریں مستقل بھی رسائل میں شائع ہو چکی ہیں ان سب کا اس مختصر رسالہ میں نقل کرنا تو بہت دشوار ہے، حضرت شیخ الاسلام کی تبلیغی تقریروں کے نام سے بھی ایک مستقل رسالہ شائع ہو چکا اور مختلف اخبارات و رسائل میں بھی کثرت سے ان کے اقتباسات شائع کیے گئے نمونہ کے طور پر صرف ایک دو خطوط نقل کراتا ہوں، ان میں سب سے اہم بندہ کے نزدیک وہ خط ہے جو حضرت الحاج حکیم محمد اسحاق صاحب کٹھوری ممبر شوریٰ دارالعلوم کے نام لکھا اور حضرت شیخ الاسلام کی تقریروں کے رسالہ میں چھپا ہوا ہے، وہ یہ ہے۔

نمبرا: مکتوب مدنی رحمۃ اللہ علیہ

محترم المقام زید مجدکم، السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ مزاج مبارک یہ بات معلوم کر کے تعجب ہوا کہ حضرت مولانا محمد الیاس صاحب کی تبلیغی جماعتیں شہر میرٹھ اور اس کے گرد و نواح میں تبلیغی سرگرمیوں کیلئے آتی ہیں مگر آپ حضرات اور آپ کے احباب و اعزہ ان کی ہمدردی، رہنمائی، ہمت افزائی میں کوئی حصہ نہیں لیتے برخلاف اس کے وہ اشخاص جن کو اپنے بزرگوں سے کوئی تعلق نہیں ہے، اور نہ ان کو قومی اور وطنی تحریکات سے کوئی دلچسپی ہے وہ ان جماعتوں سے ہمدردی کرتے ہیں میں نہیں سمجھ سکا کہ اس کا کیا راز ہے۔

میرے محترم بزرگ! یہ جماعت تبلیغیہ نہ صرف ایک ضروری اور اہم فریضہ کی حسب استطاعت انجام دہی کرتی ہے بلکہ اس کی بھی سخت محتاج ہے کہ ان کی ہمت افزائی کی جائے۔ اور ان کو خود بھی مسلمانوں سے رابطہ قوی پیدا ہو اور مسلمانوں میں اتحاد و یگانگت کا قوی جذبہ پیدا ہو اور ان کو مذہبی احساسات کی سرگرمی کی طرف سے چلایا جائے جس سے مستقبل میں نہایت اعلیٰ درجہ کے نتائج اور ثمرات کی قوی امیدیں پیدا ہوتی ہیں، بنابریں میں امیدوار ہوں کہ آئندہ اس میں پوری جدوجہد کو کام میں لایا جائے اور ان کی ہمت افزائی کی صورتیں عمل میں لائی جاویں۔ والسلام ننگِ اسلاف حسین احمد غفرلہ ۱۶صفر ۱۳۶۱ھ

نمبر ۲ مکتوب مدنی رحمۃ اللہ علیہ

دوسرا مکتوب پروفیسر سید احمد شاہ صاحب مراد آبادی کے نام۔

محترم المقام زید مجدکم، السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ تبلیغی خدمات کے انجام دینے اور اس کے لئے مولانا الیاس صاحب کی خدمت میں حاضر ہو کر ہدایات حاصل کرنے کا مقصد مبارک مقصد ہے، اللہ تعالیٰ قبول فرمائے اور پھر توفیق عطا فرمائے کہ آپ اس مبارک مقصد کو بلکہ اپنی خاندانی وراثت کو بخیر و خوبی انجام دیں۔ مولانا محمد الیاس صاحب کو علیحدہ خط لکھنے کی ضرورت نہیں ہے۔ وہ بلا سفارش اس کام کو مکمل طریقہ پر انجام دیں گے اور بالفرض آپ ضرورت ہی سمجھیں تو اس عریضہ کو ان کی خدمت میں پیش کر دیں اور میرا سلام اور استدعاء دعوات صالحہ انجام دیں۔ فقط: والسلام ننگ اسلاف حسین احمد غفرلہٗ۔

تیسرا مکتوب علماء افغانستان کے نام

جس کے متعلق سوانح یوسفی میں لکھا ہے یہ تو معلوم ہو چکا کہ حضرت مدنیؒ تبلیغی جماعت کی حمایت میں ہمیشہ سینہ سپر رہے ہیں، اور جہاں جہاں بھی ان کی مدد و اعانت کی ضرورت پڑی مدد اور سرپرستی، افغانستان میں حضرت مدنی کے تلامذہ اور تعلق رکھنے والے مشائخ بکثرت تھے۔ جب یہ تبلیغی جماعت افغانستان جانے لگی تو حضرت مدنیؒ نے بعض ذی اثر علماء کو خطوط تحریر فرمائے تاکہ جماعت کو کوئی رکاوٹ پیش نہ آئے ایک مکتوب میں تحریر فرماتے ہیں۔ "طال شوقی الی لقائکم ایها الغائبون عن نظری" بخدمت عالی جناب ذولجاہ والاکرام مولانا فضل ربی و حضرت علماء کابل لا ذالت شموس فیوضکم و بلور معالیکم لامعة ازیں بعد ادائے مراسم اسلامیہ و سنن نبویہ علی صاحبہا الصلاۃ والتحیۃ عرض آنکہ حاملین

عریضہ ہمارے چند احباب خدمات عالیہ میں حاضر ہو رہے ہیں، ان کا مقصد کوئی سیاسی اور ملکی نہیں ہے فقط خدمات دینیہ اور فرائض تبلیغیہ ادا کرنا ہے اور مسلمانانِ افغانستان کو وہ مقصد یاد دلانا جس کو عام مسلمانوں نے بھلا دیا ہے مقصود ہے۔ امید آنکہ آپ حضرات ان کی امداد واعانت میں کوتاہی روا نہ رکھیں گے اور ان پر اعتماد کرتے ہوئے ممکن تسہیلات سے درگذر نہ فرمائیں گے۔ والسلام خیر اندیش ننگ اسلاف حسین احمد غفرلہٗ

صدر مدرس دارالعلوم دیوبند صدر جمعیۃ علماء ہند

۱۳ محرم الحرام ۱۳۷۷ھ

افغانستان کی یہ پہلی جماعت تھی جو اگست 57ء میں گئی تھی۔ اور اس کے امیر مولانا عبیداللہ صاحب بلیاوی تھے گیارہ افراد پر مشتمل تھی جن کے اسماء سوانح یوسفی میں درج ہیں، اور اسی میں اس جماعت کے کارناموں کی تفصیل ہے۔ (سوانح یوسفی از مولانا محمد ثانی حسنی)

اہل تبلیغ بھی تو انسان ہیں

بنگلور میں ایک زمانہ میں تبلیغ کے خلاف بہت زور باندھے گئے اور کہا گیا کہ یہ مدرسوں کو فضول بتاتے ہیں اور بعض اہل مدارس کی طرف سے تبلیغ کے خلاف اشتہارات لکھے گئے جو حضرت مدنی قدس سرہٗ کی خدمت میں فیصلہ کے لیے بھیجے گئے۔ جس پر حضرت قدس سرہٗ نے یہ مضمون تحریر فرما کر بھیجا تھا جو اخبار ''روشنی'' بنگلور مورخہ ۱۷ مارچ ۱۹۵۷ء میں شائع ہوا۔

''اہل مدارس کی مختلف تحریریں اور پوسٹر دربارۂ جماعت تبلیغ ومخالفت ان دنوں نظر سے گذریں۔ جن میں حد اعتدال اور توسط سے تجاوز کرتے ہوئے افراط غلو سے کام لیا گیا ہے تبلیغ دین اور تعلیم دینی ہر دو امور ضروریات اور فرائض اسلامیہ سے ہیں ان کے کارکنوں کو ہمیشہ حدود شرعیہ کے اندر کام انجام دینا چاہئے، کوئی کام خواہ کتنا ہی اہم اور ضروری کیوں نہ ہو اگر حدود شرعیہ سے بالاتر ہو کر عمل میں لایا جائے گا تو ضرور بالضرور اس میں خرابیاں اور مفاسد پیدا ہوں گے اسے لیے میں ہر دو فریق سے نہایت ادب اور محبت سے التماس کرتا ہوں کہ وہ اعتدال اور توسط کو اختیار فرمائیں اور بے جا الزامات تراشی اور بے اعتدالیوں سے درگذر فرما کر اپنے اپنے فرائض وواجبات میں منہمک ہو جائیں زمانہ سعادت صحابہ کرامؓ سے لیکر آج تک ہمیشہ کارکن اشخاص اور جماعتوں سے غلطیاں بھی ہوتی ہیں مگر ان کی غلطیوں کی وجہ سے وہ ضروری چیزیں

ممنوع نہیں قرار دی گئیں بلکہ اصلاح کی گئی اور ان غلطیوں کو چھانٹ دیا گیا۔ اہل تبلیغ بھی ہماری طرح انسان ہیں ان میں نا تجربہ کار اور نو آموز افراط وتفریط کرنے والے اشخاص بھی ہیں۔ ان کی کسی کوتاہی پر نفس تبلیغ پر نکیر کرنا غلطی سے خالی نہ ہوگا اور یہی حال تعلیم کا بھی ہے اس لیے میں تمام بھائیوں سے امیدوار ہوں کہ ہر ایک دوسرے کی عزت افزائی کی کوشش کرے، اور گندگی اچھال کر مسلمانوں میں مزید تفریق پیدا نہ ہونے دے۔ وَاللّٰهُ يَهْدِي السَّبِيْلَ وَهُوَ الْمُسْتَعَانُ۔ ننگ اسلاف حسین احمد غفرلہٗ

مفتی عزیز الرحمٰن صاحب بجنوری سوانح یوسفی میں لکھتے ہیں "اور حضرات کے بارے میں تو مجھے معلوم نہیں ہاں حضرت مدنیؒ کے بارے میں مجھے معلوم ہے کہ حضرت مولانا محمد یوسف صاحب جب بھی سہارنپور تشریف لے جاتے تو دیوبند ضرور جاتے اور بہت دیر تک نہایت ادب اور احترام سے بیٹھے رہتے تھے، حضرت مدنیؒ کو بھی ان سے اسی قدر تعلق تھا جب اجتماعات میں شرکت فرماتے تھے تو پھر مصافحہ کرنے والے سے پوچھا کرتے تھے کہیے! آپ نے چلہ دیا یا نہیں؟ اگر وہ انکار کرتا تو آپ اس سے چلہ لکھواتے۔

حضرت مدنی رحمۃ اللہ علیہ کی تقریر کا اہم حصہ

حضرت شیخ الاسلام قدس سرہٗ کی تبلیغی اجتماعات میں تقریریں نہایت کثرت سے ہوئیں ان میں سے چند مطبوعہ بھی ہو گئیں جو بڑی طویل ہیں ان کو اس رسالہ کا جز بنانے میں تو یہ مختصر رسالہ بہت ہی طویل ہو جائیگا، اگر کوئی صاحب خیر ان کو ایک جگہ طبع کرا دے تو علاوہ اس کے کہ نہایت افادہ اور لوگوں کی ہدایت کا سبب بنے اس کا بھی اندازہ ہو جائے گا کہ حضرت شیخ الاسلام کو تبلیغی جماعت سے کتنا تعلق تھا۔

حضرت مدنی رحمۃ اللہ کی ایک تقریر کا خلاصہ

ایک مختصر رسالہ حضرت شیخ الاسلام کی اہم تقریروں کے نام سے چھپا ہے۔ اس میں دو تقریریں مفصل طبع کی گئی ہیں۔ دوسری تقریر کا آخری حصہ نقل کراتا ہوں، یہ تقریر ۲۶ جولائی ۱۹۵۷ء بعد نماز جمعہ بمقام ارکونم ضلع شمالی کا آرٹ مدارس میں ایک تبلیغی اجتماع میں فرمائی، تاثر کا یہ عالم تھا کہ سارا مجمع رو رہا تھا۔ اور یہ بھی عجیب اتفاق ہے کہ یہ حضرت کا سب سے آخری سفر تھا اور آخری ہی تقریر تھی اس کے آخری حصہ کے الفاظ یہ ہیں:

بھائیو! آپ کی یہ مجلس تبلیغ کی ہے یہ تبلیغ اصل میں وظیفہ آقائے نامدار صلی اللہ علیہ وسلم کا ہے۔ وہ کام جو تم کرتے ہو معمولی نہیں میں تم کو بشارت دیتا ہوں کہ خدا نے تم کو کیسی خدمت سپرد کی ہے۔

حقیقت میں کام لینے والا اللہ ہے، اگر وہ نہ چاہے تو تم کیا کرتے؟ وَمَاتَشَآؤنَ اِلَّا اَنْ يَّشَآءَ اللّٰهُ رَبُّ الْعَالَمِيْن

ارشاد ہے: "يَمُنُّوْنَ عَلَيْكُمْ اَنْ اَسْلَمُوْا قُلْ لَّاتَمُنُّوْا عَلَيَّ اِسْلَامَكُمْ بَلِ اللّٰهُ يَمُنُّ عَلَيْكُمْ اَنْ هَدَاكُمْ لِلْاِيْمَانِ اِنْ كُنْتُمْ صَادِقِيْنَ" خدا کا فضل ہے کہ اس نے تمہارے دلوں میں اس چیز کو ڈالا ہے۔ اسی ہندوستان میں ہمارے باپ دادا اور بہت سے لوگ گذر گئے جو آپس میں لڑتے رہے اور دنیا کے پیچھے پڑے رہے لیکن ان کو تبلیغ کا کبھی خیال نہیں آیا۔ خدا تعالیٰ نے ہمارے زمانے کے علماء اور اہل خیر کو اس کی توفیق دی۔ تم بہت سے بندگانِ خدا کو دوزخ سے نکال کر جنت میں داخل کر رہے ہو، جو کلمہ اور نماز نہیں جانتے تھے کیا وہ مستحق دوزخ نہیں تھے؟ تم ان کو سمجھا کر اللہ کے راستے پر چلاتے ہو تو کیا دوزخ سے نکال کر جنت میں داخل نہیں کر رہے ہو؟ اللہ جس کو چاہتا ہے اٹھاتا ہے اور جس کو چاہتا ہے گراتا ہے۔

منت منہ کہ خدمت سلطان ہمہ کنی

منت شناس ازو کہ بخدمت بد اشتت

خدا کا شکر ادا کرو کہ اس نے تمہیں اس کی توفیق دی یہ بات ضرور ہے کہ بہت سے لوگ تمہاری بات نہیں مانیں گے، تم کیا ہو؟ لوگوں نے آنحضرت ﷺ کی بات نہ مانی اور آپ کے ساتھ کیا کیا نہیں کیا؟ تم گھبراؤ نہیں پریشان نہ ہو اگر بیوقوف اور جاہل برا بھلا کہیں، طعنہ دیں تو سن لو یہ تو سنت ہے آنحضرت ﷺ کی اور سنت ہے انبیاء سابقین کی۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "لقد او ذيت في الله و ما اوذى احد مثلي و لقد اُخِفت في الله و ما اخيف احد مثلي" (الحدیث) اگر تمہیں کامیابی نہیں ہوئی اور کوئی بھی سیدھا نہیں ہوا تو اس کے باوجود تمہارا درجہ بڑا ہے اور تمہیں پورا اجر ملے گا۔ تم اطمینان رکھو تمہارا کام اللہ کے دربار میں مقبول ہے۔ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت علی رضی اللہ عنہ کو خیبر فتح کرنے کیلئے بھیجتے ہیں۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے پوچھا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کیا چاہتے ہیں قتال شروع کر دوں؟ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا وہاں جا کر ٹھہرو، اور لوگوں کو "لا الہ الا اللہ" کی طرف بلاؤ اگر مانیں تو دوسرا معاملہ کرنا اس لیے کہ "لان يهدى الله بك رجلا خير لك من الدنيا و ما فيها" ایک آدمی کو بھی تمہارے ذریعہ اللہ تعالیٰ ہدایت دے دے تو وہ تمہارے لیے دنیا و مافیہا سے بہتر ہے دوسری روایت میں ہے کہ تم کو جوان اونٹوں کے ملنے سے بھی یہ بہتر ہے۔

بھائیو! تم نے جو قدم اٹھایا ہے وہ مبارک ہے اللہ پاک تمہاری جدوجہد سے لوگوں کو

فائدہ پہنچائے۔ اور تم سے اسلام کی خدمت لے۔ تم ہرگز تنگدل مت ہو، تکلیفیں اٹھانی پڑیں گی جیسے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم اور دیگر انبیاء علیہم السلام کو اٹھانی پڑیں، کیا تم کو خبر ہے کہ آقائے نامدار صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد صحابہ کرام رضی اللہ عنہم عرب سے کیوں نکلے؟ وہ عراق میں پہنچے، شام، ایران، افغانستان، سندھ، یوپی، بہار اور جنوب میں دکن تک پہنچے؟ یہاں تک کیوں پہنچے ان کا مقصد کیا تھا؟ ملک فتح کرنا تھا؟ یا دولت لوٹنی تھی؟ ہرگز نہیں ان کا اصلی مقصد صرف ''لا الہ الا اللہ'' کی دعوت دینا تھا، دنیا کو سچے دین پر لانا تھا اللہ کے بچھڑے ہوئے بندوں کو اللہ سے ملانا تھا اور دوزخ سے نکال کر جنت میں داخل کرنا تھا، بعد والوں نے بے وقوفی کی کہ دنیا کے پیچھے پڑ گئے تاریخ گواہ ہے کہ ہند میں باہر سے آنے والے مسلمانوں کی تعداد صرف چار یا پانچ لاکھ تھی، مگر تقسیم ہند کے وقت دس کروڑ پچیس لاکھ مسلمان تھے۔ ہمارے بزرگ اسلاف نے اور اولیاء کرام نے تبلیغ دین کیلئے بہت ہی کوششیں کیں، ایک انگریز اسمتھ لکھتا ہے کہ حضرت خواجہ معین الدین چشتی رحمۃ اللہ علیہ کے دست مبارک پر نوے لاکھ مسلمان ہوئے۔ ان کے پاس کیا تھا؟ کوئی فوج تھی؟ فقط اللہ کی معرفت کا خزانہ تھا۔ ہر جگہ اللہ کے سچے بندے گذرے ہیں جنہوں نے دین کی تبلیغ کی، میں نے تاریخ ترکی میں دیکھا کہ ترک قوم کے تین لاکھ خاندان ایک دن میں مسلمان ہوئے اللہ کا کرم کہ تبلیغ کی کوشش وہ پھل لائی کہ ایک زمانہ میں بعض حکام کو یہ تدبیر کرنی پڑی کہ وہ اپنی رعایا کو مسلمان ہونے سے روکیں 100 ھ میں خلافت عمر بن عبد العزیزؒ کے زمانہ میں خراساں کے حاکم کو یہ خطرہ ہوا کہ جزیہ بند ہونے سے خزانہ خالی ہو جائے گا اس لیے اعلان کرنا پڑا کہ کسی کا اسلام اس وقت تک قبول نہ کیا جائے گا جب تک وہ ختنہ نہ کرالے، بوڑھوں کے لیے تکلیف دہ بات تھی اس لئے اس حکم کے جاری ہونے سے اسلام کی ترقی رک گئی، اب خلیفہ کو اطلاع ملی کہ والی خراساں نے اسلام پر پابندی لگادی ہے تو آپ نے اس کو معزول کر کے دوسرے کو مقرر کردیا اور فرمایا کیا حضور صلی اللہ علیہ وسلم اس لیے آئے تھے کہ ان پر اسلام کو موقوف رکھا جائے؟

میرے بھائیو! ہمارے اسلاف کی کوششوں سے اہل اللہ علماء کرام اور عام مسلمانوں کی کوششوں سے دس کروڑ پچیس لاکھ مسلمان ہوگئے، اگر غلط کاری نہ ہوئی ہوتی تو یقیناً ہندوستان کا اکثر حصہ مسلمان ہو جاتا، میرے بزرگو! اللہ نے آپ کے دلوں میں تبلیغ کی محبت ڈالی یہ مبارک کام ہے اور آپ مبارک باد کے مستحق ہیں۔ اللہ آپ کو اس سے زیادہ خدمت کی توفیق عطا کرے اپنی بھی اصلاح کرو اور اپنے بھائیوں

کی بھی، اللہ آپ کو مزید ہمت عطا فرمائے۔ بھائیو! تنگدل نہ ہو، اللہ کی رحمت کے امیدوار رہو، سب کو اللہ کی رضا و خوشنودی اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کی طرف بلاؤ خود بھی عمل کرو، رسول اللہ ﷺ کی صورت بناؤ سیرت اختیار کرو۔ **و اخر دعوانا ان الحمد لله رب العالمين**

حضرت مدنی رحمۃ اللہ علیہ مولانا حفظ الرحمٰنؒ اور مفتی کفایت اللہؒ کی سرپرستی

حضرت شیخ الاسلام نور اللہ مرقدہٗ کی تبلیغی اجتماعات میں بہت کثرت سے شرکت ہوئی ہے، جن کو تتبع اور تلاش کیا جائے تو بہت ہی وقت لگے گا، میرے روزنامچوں میں بھی بہت سے اجتماعات ایسے ملیں گے جن میں حضرت شیخ الاسلام کی شرکت ملے گی، سوانح یوسفی میں ڈاسنہ کے اجتماع میں جو ۳ جمادی الاخریٰ ۱۳۷۵ھ مطابق ۱۷ جنوری ۵۶ء منگل کی دوپہر کو حضرت شیخ الاسلام نے شرکت فرمائی۔ اس کے متعلق سوانح کے حاشیہ میں یہ لکھ دیا گیا غالباً حضرت مدنیؒ کی یہ شرکت تبلیغی اجتماعات میں اپنی زندگی کی آخری شرکت تھی یہ اندازہ سے لکھا گیا۔ اس لیے کہ ایک ہی سال بعد حضرت شیخ الاسلام کا وصال ہو گیا لیکن آرکاٹ کے جس اجتماع کی شرکت کا ذکر اوپر گذرا وہ اس کے بعد کی ہے حضرت مدنی قدس سرہٗ نے ۱۹۴۷ء کے ہنگاموں کے بعد جب کہ نظام الدین کے حضرات کو جلسے کرنے مشکل ہو رہے تھے، بہت کثرت سے اجتماعات میں شرکت فرمائی، سوانح یوسفی میں لکھا ہے کہ ۱۹۴۷ء کے ہنگامے میں ایسے پر خطر دور میں ادھر ادھر جانا دشوار تھا، ذرا قدم نکالا موت نے آدبوچا۔ بڑے سے بڑے ہمدرد تعلق والے آنکھیں پھیر لیتے حتیٰ کہ بعض ایسے اہم ترین اور مخلص ترین اور پرانے تعلق رکھنے والے اصحاب جو اس وقت صاحب اختیار تھے، جن کا حکومت میں اثر و رسوخ تھا انہوں نے بھی ایسے پر خطر دنوں میں خاموش رہنے کا مشورہ دیا......... لیکن اس اندھیری رات میں روشنی کی ایک ایسی شمع بھی چلی جس نے روشنی دی۔ حضرت مولانا سید حسین احمد صاحب مدنیؒ کا تو کہنا ہی کیا کہ وہ برابر مرکز اور مرکز والوں کی سرپرستی فرماتے رہے اور ان کی ہمت کو شکستہ ہونے سے بچائے رکھا لیکن مولانا حفظ الرحمٰن صاحبؒ نے بھی اپنی مجاہدانہ زندگی اور دیرینہ تعلق و احساس فرض کی صفت کا پوری طرح مظاہرہ کیا۔ (مولانا کے متعلق مضمون ان کے بیان میں آرہا ہے) حضرت مفتی کفایت اللہ صاحبؒ اور مولانا احمد سعید صاحبؒ بھی ان خطرناک ایام میں جماعت کی بہت زیادہ معاونت فرماتے رہے۔

دیگر اکابر کی نظام الدین کی تبلیغ کے متعلق آراء وارشادات

(الف) حضرت اقدس قدوۃ الاتقیاء رأس الاصفیاء شاہ عبدالقادر صاحب رائپوری نوراللہ مرقدہ کے متعلق تو شاید ہی کسی کو اس سے انکار کی جرأت ہو کہ حضرت قدس سرہ' کا نظام الدین کثرت سے تشریف لے جانا، اور تبلیغی اسفار اور اہم امور میں مشوروں میں شرکت بہت کثرت سے ہوتی تھی خود اس ناکارہ کے ذریعہ سے حضرت اقدس رائپوری قدس سرہٗ نے حضرت دہلوی نوراللہ مرقدہٗ کے دور میں اور اس کے بعد مولانا الحاج محمد یوسفؒ کے دور میں کئی باران اکابر کو رائپور میں اجتماعات کرانے کے لیے بلایا، اور حضرت رحمۃ اللہ کے دور میں بار بار، رائپور میں تبلیغی اجتماعات حضرت کے ارشادات پر ہوئے۔

حضرت رائپوریؒ کی دہلی میں تشریف بَری بھی بہت کثرت سے ہوتی تھی۔ جس کے دوران میں تبلیغی مشورے حضرت دہلویؒ کے دور میں بھی اور مولانا محمد یوسفؒ کے دور میں بھی حضرت رائپوریؒ سے ہوا کرتے تھے، باوجود اس کے کہ حضرت دہلویؒ کی یہ تمنا رہتی تھی کہ حضرت رائپوریؒ کی تشریف بَری اس سے بھی زائد ہو۔ جس کے متعلق آپ بیتی نمبر ۴ میں ایک طویل قصہ بھی لکھوا چکا ہوں کہ حضرت دہلویؒ کی اس تمنا اور خواہش پر کہ حضرت کی تشریف آوری میں اضافہ ہو جائے حضرت کا یہ ارشاد کہ ''میری آمد تو ان (اس ناکارہ کی طرف اشارہ فرما کر) پر موقوف ہے'' اس پر چچا جان نوراللہ مرقدہ کو بہت غصہ آیا اور فرمایا کہ جب حضرت کی تشریف آوری اتنی آسان ہے پھر اتنی تاخیر کیوں ہوتی ہے۔ سوانح حضرت دہلویؒ میں لکھا ہے کہ مولانا کے نزدیک ملک کی جہالت وغفلت دینی بے حمیتی اور جذبات کی خرابی تمام فتنوں کی جڑ اور ساری خرابیوں کا سرچشمہ تھی اور اس کا علاج صرف یہ تھا کہ میوات کے لوگ اپنی اصلاح وتعلیم اور دین کو دنیا پر مقدم رکھنے اور اس کے لیے جدوجہد کرنے کی طاقت اور جذبات پیدا کرنے کے لیے باہر اور خصوصاً یوپی کے شہروں میں جائیں۔ اور اس کے لیے سب سے پہلا سفر اپنے وطن کاندہلہ کا رمضان میں تجویز ہوا جس کی تفصیل سوانح حضرت دہلوی میں موجود ہے۔ اس کے بعد دوسرا سفر رائپور کا تجویز ہوا، اور شوال میں ۱۰۔۱۱، آدمیوں کو اپنے ساتھ لیکر رائپور تشریف لے گئے۔ رائپور بھی اطمینان کی جگہ تھی اور دینی وروحانی مرکز تھا۔ نیز مولانا عبدالقادر صاحب جانشین حضرت مولانا الحاج شاہ عبدالرحیم صاحب نوراللہ مرقدہٗ نے رائپوری

سے یکجہتی اور یگانگت کی بنا پر وہاں سے بھی کوئی تکلف اور اجنبیت نہیں تھی۔ (سوانح حضرت دہلویؒ)

یہ میوات کی جماعتوں کے یوپی میں آنے کی ابتدائیں ہیں۔ اس کے بعد متعدد مرتبہ رائپور میں اجتماعات ہوتے رہے اور حضرت اقدس رائپوری قدس سرہٗ باغ کے اپنے تمام لوگوں کو اجتماع میں شرکت کیلئے اہتمام سے بھیجتے تھے۔ یہ ناکارہ بھی رائپور کے متعدد اجتماعات میں شریک ہوا۔ سوانح یوسفی میں لکھا ہے کہ مولانا محمد یوسف صاحبؒ نے تقسیم ہند کی لائی ہوئی مصیبت اور وحشت پیدا کرنے والے دور میں اجتماعات کی ابتداء ایسے مقام سے کی جہاں پر ذکر کی فضا قائم تھی اور برسوں سے اللہ اللہ کرنے والے وہاں پر موجود تھے۔ اور ایک ایسے مرد خدا اور بزرگ شخصیت کا سایہ تھا جس نے برسوں ایمان و یقین اور یاد الٰہی کا سبق دیا۔ تقسیم ہند کے بعد سب سے پہلا اجتماع رائپور میں ہوا۔ ۳ ربیع الثانی ۱۳۶۷ھ مطابق ۱۴ فروری ۱۹۴۸ء کی شب میں مولانا محمد یوسف صاحب نظام الدین سے سہارنپور تشریف لے گئے اور لکھنؤ سے مولانا ابوالحسن علی ندوی اور مولانا محمد منظور صاحب نعمانی پنجاب میل سے سہارنپور پہنچے۔ دوسرے دن صبح ان سارے حضرات کی رائپور روانگی ہوئی۔ رائپور میں ایک طویل اجتماع تھا جس کے سلسلہ میں یکشنبہ کی شب میں جامع مسجد میں ایک جلسہ ہوا۔ یہ جلسہ اپنی نوعیت کا ایک کامیاب بنیادی جلسہ تھا۔ اس سے آئندہ اجتماعات اور جلسوں کی راہ ہموار ہوئی مشرقی پنجاب کے بہت سے پناہ گزیں جنہوں نے رائپور میں آکر قیام کرلیا تھا وہ بھی اس میں شریک ہوئے یہی وہ سفر ہے جس میں حضرت مولانا عبدالقادر صاحب رائپوری نے مولانا محمد یوسفؒ سے پاکستان کے سفر اور دورہ پر اصرار فرمایا۔

دوسرا اجتماع رائپور کا پہلے سے طے شدہ نہ تھا پہلے سے کسی کو خبر تھی، اور نہ کوئی اس کے لیے انتظام ہی کیا گیا تھا، مولانا محمد یوسفؒ حضرت رائپوری صاحبؒ سے ملنے کی خاطر رائپور تشریف لے گئے۔ اس کی وجہ یہ ہوئی کہ اہل فیض آباد ضلع سہارنپور بہت دنوں سے حضرت شیخ الحدیث سے فیض آباد آنے کی درخواست اور اصرار کر رہے تھے مگر حضرت رائپوری نے حضرت شیخ الحدیث کو سفر کی مشقت کی خاطر فیض آباد جانے کی رائے نہ دی اور جو حضرات فیض آباد لیجانے پر مصر تھے ان سے یہ فرمایا کہ تم لوگ رائپور میں رہو اور حضرت شیخ سے یہیں نیاز حاصل کرو ۱۶ محرم ۱۳۷۳ھ بروز شنبہ مولانا محمد یوسف صاحب سہارنپور تشریف لے گئے مع دوسرے رفقاء کے انہوں نے جب

حضرت شیخ کو سہارنپور میں نہ پایا تو اسی وقت رائپور تشریف لے گئے اس طرح اس وقت رائپور میں اہل تعلق کا ایک اجتماع ہو گیا، حضرت اقدس رائپوری نور اللہ مرقدہ نے اہل رائپور کو حکم دیا کہ وہ قرب و جوار میں آدمیوں کو بھیج کر لوگوں کو جمع کریں، اور بدھ کی صبح کو جامع مسجد رائپور میں ایک تبلیغی اجتماع کرلیں۔ مولانا محمد یوسف صاحب نے عرض کیا کہ میں اس وقت حضرت کی صرف زیارت کے لیے آیا ہوں، مگر حضرت رائپوری نے حکم فرمایا، اصرار فرمایا، مولانا محمد یوسف صاحب اس پر آمادہ ہو گئے اور بدھ کی صبح کو تقریباً چھ گھنٹے جامع مسجد رائپور میں اجتماع ہوا قرب و جوار کا یہ کامیاب اجتماع تھا حضرت شیخ اور مولانا کی تشریف بری کو سن کر بڑی تعداد میں لوگ جمع ہو گئے مولانا نے اس اجتماع میں چار گھنٹہ تقریر فرمائی۔ اور تقریر کے بعد دو گھنٹے تشکیل ہوئی۔ (سوانح یوسفی)

حضرت رائپوری نور اللہ مرقدہٗ اور حضرت دہلوی اور حضرت مولانا محمد یوسف صاحب نور اللہ مرقدہما کی سوانح عمریوں میں بہت کثرت سے ان دونوں حضرات کی رائپور میں حاضری اور اجتماعات کے تذکرے ہیں، اور حضرت اقدس رائپوری نور اللہ مرقدہٗ کی بھی ، بلی حضرت دہلوی کے زمانے میں اور حضرت مولانا محمد یوسف صاحب کے زمانے میں نظام الدین کی تشریف بری اور کئی کئی دن قیام اور اہم امور میں مشوروں کا ذکر ہے۔ چونکہ گلالتہ کا اجتماع حضرت دہلوی نور اللہ مرقدہٗ کی وصال کے بعد اہم اجتماع تھا جس میں شرکت کے لیے حضرت اقدس رائپوری نور اللہ مرقدہٗ رائپور سے اہتمام کے لیے تشریف لے گئے۔ سوانح یوسفی میں اس اجتماع کی تفصیل بہت ہی طویل لکھی ہے، لکھا ہے کہ مراد آباد کے ستر ۷۰ نفر پیدل چل کر اس جلسہ میں شرکت کے لیے تشریف لے گئے۔ لیکن ذوق و شوق اور کیف و سرور اتنا تھا کہ تکان کا پتہ بھی نہ چلا، سہارنپور سے شیخ الحدیث صاحب اور رائپور سے حضرت رائپوری ۲۹/ شوال کو نظام الدین پہنچے اور ہر دو حضرات یک شنبہ کی صبح کو نظام الدین سے گلالتہ تشریف لے گئے۔ اسی دن اجتماع تھا اور جوالا پور ضلع سہارنپور کا اجتماع تو حضرت اقدس رائپوری ہی کی سفارش پر تجویز ہوا تھا جس کی تفصیل سوانح یوسفی میں ہے۔

حضرت تھانویؒ کے خلیفۂ اجل حضرت مولانا وصی اللہ کا مکتوب گرامی:

(ب) حضرت مولانا وصی اللہ خلیفہ اجل حضرت حکیم الامۃ نور اللہ مرقدہٗ کے مکتوب کا مختصر حصہ حضرت حکیم الامۃ کے بیان میں گذر چکا۔ پورا مکتوب یہ ہے:

بسم اللہ الرحمن الرحیم

ایسے استفسارات پہلے یہاں آئے ہیں ان کا جواب دیا گیا ہے، اب آپ نے بھی کیا ہے۔ آپ جیسے حضرات سے یہ امر تعجب خیز ہے۔ یہ تبلیغ آج سے نہیں ایک زمانہ دراز اس پر گذر چکا ہے اور اب یہ عروج پر ہے۔ جب علماء اس میں شریک ہیں انہوں نے اس کی ضرورت کو اور اس کی شرعی حیثیت کو مدنظر رکھ کر اس کام کو عمل میں لایا ہوگا۔ اور یہ بات روز روشن کی طرح واضح ولائح ہے۔ اس کے بعد اب سوال کی اور پھر ہم جیسے لوگوں سے کیا حاجت باقی رہ جاتی ہے۔ کام مقصود ہے اور اس کو شرعی طریقہ سے کرنا ہے اور علماء دونوں کو جانتے ہیں پھر ان کی تقلید کو جو ضروری سمجھ رہا ہے اس پر ان کی تقلید ضروری ہے، جو کام کرتا ہے اس کی اہمیت کو وہ عمل سے پہلے اور شرعی نقطۂ نظر سے اس کو سمجھ لیتا ہے۔ بس یہ دونوں پہلو پیش نظر ہیں پھر اب سوال کی حاجت نہیں۔ سوال عمل سے پہلے ہوتا ہے اور اب سوال سے کیا فائدہ؟ اب تبلیغ اپنے عروج پر ہے وہ روز بروز بڑھتی ہی رہے گی۔ جو اس کے موافق ہو خلوص سے اس کو عمل میں لائے۔ سوال سے تردد کا پتہ چلتا ہے کہ اب عمل کے جواز ہی میں تردد ہے یا سب کو اس میں شریک کرنا چاہتا ہے۔ بہت سے کام ہیں اور ضروری ہیں سب کو کرنا ہے۔ ایک جماعت اس کے لیے ہونا بھی ضروری ہے اور بس اور حدود شرع کا پاس ولحاظ ہر جماعت کے لیے ضروری ہے۔ والسلام

وصی اللہ عفی عنہٗ (چشمۂ آفتاب)

حضرت مولانا وصی اللہ صاحب نور اللہ مرقدہٗ کے خلیفۂ خاص مولانا ڈاکٹر صلاح احمد صاحب صدیقی جو رسالہ ''معرفت حق'' جو حضرت مولانا وصی اللہ صاحب نور اللہ مرقدہٗ کی خانقاہ سے نکلتا ہے اس کے مدیر بھی ہیں ان کے داماد جناب شمس الرحمٰن صاحب کا خط میرے پاس آیا۔ جنہوں نے اپنی تبلیغی مساعی جمیلہ ہر ہفتہ دو گشتوں میں شرکت، مرکز میں شب گذاری اور روزانہ بعد فجر کی تعلیم کے اپنے متعلق ہونا، اور ہفتہ واری تقریر اپنے ذمہ ہونا وغیرہ وغیرہ امور کی تفصیل لکھنے کے بعد لکھا ہے کہ ڈاکٹر صاحب میری جماعت کی آمد ورفت پر کبھی کچھ نہیں فرماتے۔ بلکہ کبھی کبھی بہت ہی فراخدلی سے کہتے ہیں کہ یہ بھی بہت بڑا اور ضروری کام ہے اور ہمارا ہی کام ہے فقط۔ اللہ تعالیٰ ڈاکٹر صاحب کو ان کی سرپرستی کا دونوں جہان میں بہترین بدلہ عطا فرمائے اور ان کے داماد صاحب کی مساعی جمیلہ کا اجر ڈاکٹر

صاحب کو بھی عطا فرمائے، اور ان سب اجور کا مجموعہ حضرت شاہ وصی اللہ صاحب نور اللہ مرقدہٗ کو عطا فرمائے کہ یہ سب حضرت شاہ صاحب ہی کی توجہ کا نتیجہ ہے۔

مولانا اسعد اللہ صاحب خلیفہ حضرت تھانویؒ کا مکتوب

(ج) مکتوب مولانا اسعد اللہ صاحب خلیفہ حضرت حکیم الامۃ تھانوی نور اللہ مرقدہٗ، ناظم مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور۔

محترمی و مکرمی مولانا صاحب! وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ، کئی روز ہوئے آپ کے جوابی گرامی نامے نے عزت بخشی۔ حضرت مولانا الیاس صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی تبلیغی تحریک اور حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کے اختلافات کے متعلق میں نے آپ کے استفسار پر کافی غور کیا اور اس سلسلے میں اپنی معلومات کو ذہن میں یکجا کرتا رہا۔ پھر میں نے آپ کے گرامی نامہ کا جواب لکھنے کے لیے محمد اللہ سے کہا۔

(۱) جہاں تک میری معلومات کا تعلق ہے حضرت نے کسی کو میرے سامنے تبلیغ سے نہیں روکا اور نہ منع کیا۔

(۲) چند ہی دنوں کی بات ہے حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب نے اپنے یہاں مولانا عبید اللہ صاحب سرگرم کارکن تبلیغ سے تبلیغی تقریر کرائی اور حضرت مفتی صاحب موصوف اپنے یہاں کام کرتے رہتے ہیں علاوہ ازیں حضرت تھانوی رحمۃ اللہ کے بہت سے متوسلین اور معتقدین تبلیغ میں عملی حصہ لیتے رہتے ہیں۔ جہاں تک میری ذات کا تعلق ہے میں تبلیغ میں شرکت کو اپنی سعادت سمجھتا ہوں، میرے عوارض مجھے اجازت نہیں دیتے کہ میں علمی شرکت کروں، پھر گاہے بہ گاہے تبلیغی اجتماعات میں شرکت کرتا رہتا ہوں۔ اور اب سے چار پانچ سال قبل سہارنپور کی جامع مسجد میں جمعرات کے ہفتہ واری اجتماع میں پابندی سے شریک ہوتا تھا۔ نیز میں اپنے تمام احباب ظاہر و باطن کو ادھر متوجہ کرتا رہتا ہوں۔ اور وہ لوگ جو مجھ سے بیعت ہوتے ہیں انہیں تو میں بتاکید تبلیغ میں شرکت کے لیے کہتا رہتا ہوں۔ ادھر یہ ایک حقیقت ہے کہ ہمارے حضرت کے یہاں برابر تبلیغ کا کام ہوتا رہا ہے۔ ممکن ہے کہ کبھی حضرت نے کسی مبلغ کے متعلق کچھ فرمایا ہو نفس تبلیغ پر حضرت نے میرے علم کے مطابق کبھی نکیر نہیں فرمائی اور جب آپ خود تحریر فرما رہے ہیں، دوسری طرف جو احقر نے اس دعوت و تبلیغ کو دیکھا تو ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اس دور میں سنت

رسول اللہ ﷺ کے مطابق زندگی گذارنے کا واحد ذریعہ یہی تبلیغ ہے۔ اب اس کے بعد مزید استفسار کی کیا گنجائش رہی؟ واقعہ یہ ہے کہ موجودہ آزمائشی حالات نے تبلیغ کی ضرورت کو ہمیشہ سے زائد ثابت کر دیا۔ نیز اس کا نفع ظاہر و باہر ہے۔ اللہ کے حکم سے رسولوں نے تبلیغ کی ان کے بعد برابر ان کے صحابہؓ، تابعین، تبع تابعین، علماء اور اولیاء و صوفیاء رحمہم اللہ ہمیشہ تبلیغ کرتے رہے۔ مجھے امید ہے بلکہ یقین ہے کہ اب آپ کو اطمینان ہو جائے گا، اور کوئی خلش باقی نہیں رہے گی۔ تبلیغ نے تمام دنیا کے مسلمانوں میں بیداری پیدا کر دی ایسی صورت میں اس کا تعاون ضروری ہے۔ مجھے حضرت شیخ مدظلہٗ سے معلوم ہوا کہ حضرت پھول پوری قدس سرہٗ تبلیغ کے بڑے زبردست حامی تھے۔ حضرت شیخ الحدیث صاحب مدظلہٗ تو انتہائی شد و مد کے ساتھ تحریک تبلیغ کے حامی تو تھے ہی نیز دورہ کے اساتذہ حضرت مولانا امیر احمد صاحب، مفتی مظفر حسین صاحب اور دوسرے مدرسین عملاً شرکت کرتے رہتے ہیں۔ علاوہ ازیں یہ ایک حقیقت ہے کہ دراصل تبلیغ کا سرچشمہ اور منبع مظاہر علوم بذات خود ہے اس تحریک کے موسس مئوید اور سرپرست سب ہی مظاہر علوم کے سرپرست رہے۔ حضرت شیخ ہر ماہ کافی روپیہ مبلغین کے دعوت طعام وغیرہ میں خرچ فرماتے ہیں۔

والسلام فقط

(حضرت مولانا) محمد اسعد اللہ (رحمہ اللہ) بقلم محمد اللہ

حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی تائید

(د) حضرت مولانا الحاج قاری محمد طیب صاحب خلیفہ حضرت حکیم الامۃ تھانوی صدر مہتمم دارالعلوم دیوبند کی شرکت ان تبلیغی اجتماعات میں اتنی کثرت سے ہوتی رہتی ہے کہ ان کی تفاصیل کا احصاء مشکل ہے۔ حضرت قاری صاحب کی کئی تقاریر مستقل طور پر ایک رسالہ میں جس کا نام ''کیا تبلیغی کام ضروری ہے'' میں شائع ہو چکی ہیں۔ اگر حضرت قاری صاحب کے تبلیغی اسفار کی تفصیل کو کوئی جمع کرنا چاہے تو رسالہ دارالعلوم سے معلوم ہو جائے گا کہ کہاں کہاں کے اجتماعات میں حضرت قاری صاحب کی شرکت ہوئی ہے۔ میوات کے متعدد اجتماعات میں یہ ناکارہ بھی حضرت قاری صاحب کے ساتھ شریک ہوا، اور سہارنپور کے سالانہ اجتماع میں ہمیشہ قاری صاحب کی تشریف آوری اور کئی کئی گھنٹے اس تبلیغی جماعت کی حمایت اور اس میں شرکت کی تاکید تقریروں میں تو یہ ناکارہ خود بھی شریک ہوا قاری صاحب کی بھوپال

کے اجتماع کی ایک تقریر جس کو مولوی محمد احسن ندوی نے ضبط کیا تھا اور اس کو ''نشان منزل'' نے طبع کیا تھا۔ جس کی نقل ''حقیقت تبلیغ'' مرتبہ جناب الحاج ابراہیم یوسف باوا صاحب رنگونی میں ہے کہ ہندوستان میں اس وقت دعوت و تبلیغ کے کام کو چند سال قبل حضرت مولانا محمد الیاس صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے شروع کیا خدا تعالیٰ نے ان کے قلب مبارک پر اس کا القاء کیا انہوں نے تبلیغ کے لیے جماعتوں کا طریقہ اختیار کیا مولانا محمد یوسف صاحب نے جماعتی طریقہ اختیار فرمایا میں نے شاید کہیں لکھا ہے کہ تبلیغ کو اللہ تعالیٰ نے مولانا الیاس صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے دل پر بطور فن کے القاء کیا۔

اس میں تعلیم و تربیت سیر و سیاحت روح کی دل چسپی بدن کی ورزش ہر ایک چیز موجود ہے۔ آج کے دور میں یہ کام بڑا ہی مفید اور لازمی ہے۔ اسی وجہ سے یہ کام تیزی سے پھیل رہا ہے اور اس خاموش تبلیغ سے ایک عظیم انقلاب آرہا ہے، ہندوستان کے ہر خطہ میں اور ہندوستان سے باہر جہاں بھی گیا وہاں میں نے تبلیغی جماعتیں اور تبلیغی مراکز دیکھے، رسمی انداز میں اس عالمگیر طریقہ پر کام نہیں ہوسکتا اور اس کے ساتھ ساتھ نہ فتنہ و فساد ہے اور نہ واویلا و شور، آپ نے کہیں نہیں سنا ہوگا کہ ان جماعتی لوگوں نے کبھی عذر کیا، کہیں فساد برپا کیا یہ خاموش تبلیغ ہے جو عالم گیر طریقہ سے ساری دنیا میں پھیلتی جارہی ہے اور اس کی مقبولیت روز بروز بڑھتی چلی آرہی ہے۔ تبلیغ کے کام میں آدمی کو اس کے گھر سے نکالا جاتا ہے وہ گھر کے ماحول سے نکل کر خدا کے گھر میں پہنچتا ہے۔ وہاں اسے دوسرا ماحول ملتا ہے۔ گھر کے ماحول اور اس کے ماحول میں بڑا فرق ہوتا ہے۔ یہاں سے داعی اور عامل دونوں بننا پڑتا ہے...... وہ داعی بن کر آتا ہے اور عامل بن کر جاتا ہے۔ آج کے دور میں بہت سی تحریکیں چل رہی ہیں لیکن یہ تحریک اپنی مثال آپ ہے۔ اس میں نہ عہدے ہیں نہ منصب ہیں، نہ کرسیاں ہیں اور نہ سیٹیں ہیں۔ بلکہ اپنے ہی مال کا خرچ ہے اپنی جیب پر بار ہے۔ یہ تحریک موجودہ دور میں دین کے تحفظ کے لیے ایک بڑی پناہ گاہ ہے...... آج جس دور سے ہم گذر رہے ہیں، اس دور میں مسلمانوں کے لیے صرف دو پناہ گاہیں ہیں ایک دینی مدرسے دوسرے یہ تبلیغی کام۔

قاری صاحب کا ایک بہت طویل وعظ ۴۴ صفحہ کا ''کیا تبلیغی کام ضروری ہے؟'' کے نام سے بلفظہ شائع کیا گیا ہے جس میں قاری صاحب نے ان سب اعتراضات کا جواب دیا ہے جو اس وقت ان کے کان میں پڑے تھے اور ان کو یاد رہے تھے اس کے بعد فرمایا خلاصہ وعظ کا یہ ہے کہ اصلاح نفس کے چار طریقے ہیں۔ جو میں نے اوپر بیان کئے اور اس کام میں اصلاح نفس کے تقریباً چاروں طریقے موجود

ہیں۔ جو جتنی محنت کرے گا اتنی ہی ترقی حاصل کرے گا۔ اس لیے کہ جب آپ عمل کریں گے تو اس پر اس کام کے ثمرات بھی ضرور مرتب ہوں گے۔ اب تک معترضین کے متعلق جو کچھ ہم نے کہا وہ ان کے اعتراض کو مان کر کے اور اگر غور کیا جائے تو سرے سے ان کے اعتراضات ہی قابل تسلیم نہیں اس لیے کہ اس میں بڑے اور پرانے لوگ بھی تو موجود ہوتے ہیں جن سے کام کے اصول معلوم ہو سکتے ہیں اور اصول سے کام کرنے میں ترقی ہوگی۔ بعض ارباب درس و تدریس ہوتے ہیں اور بعض اہل فتویٰ ان سے آپ کو روکتے بھی نہیں ہیں۔

اگر کسی کو علم حاصل کرنا ہو تو ان سے کر سکتا ہے، مسائل معلوم کرنا ہوں تو ان سے معلوم کئے جا سکتے ہیں۔ کام کرنے والوں کے لیے یہ سب باتیں ہیں اور محنتیں ہیں اور نہ کام کرنے والوں کے لیے یہ سارے اعتراضات ہیں۔ بہر حال نسخہ ہے مکمل، ہاں دل ہی اگر نہ چاہے تو اور بات ہے کسی نے صحیح کہا کہ: اگر تو نہ چاہے تو بہانے ہزار ہیں

تو بات بتلانے والوں نے بتلا دی، اعلان کرنے والوں نے آواز بھی لگا دی، منزل بھی بتلا دی ثمرہ بھی بتلا دیا کہ یہ سامنے آئے گا، اب ان حضرات کی ذمہ داری نہیں ہے کہ وہ آپ کی طرف چلیں بھی، آپ چلیں گے اور کام کریں گے تو اس کا پھل پائیں گے ظاہر ہے کہ نفع عام ہے اس لیے اس میں ضرورت ہے کہ سب چلیں، اگر آپ تعلیم میں شرکت کر سکتے ہوں تو تعلیم میں شریک ہوں، گشت میں شرکت کر سکتے ہوں تو گشت میں شریک ہوں، اور اگر کچھ اوقات لگا سکتے ہوں تو اوقات بھی لگائیں اور بھائی اس سے کنارے رہنا بڑی ہی محرومی کی بات ہے۔ فکری طور پر ہو، عملی طور پر جس درجہ میں بھی ہو اس میں شریک رہنا چاہیے۔

سید سلیمان ندوی رحمۃ اللہ علیہ خلیفۂ مجاز حضرت تھانویؒ کی تائید

(ہ) حضرت مولانا الحاج سید سلیمان ندوی خلیفہ حضرت تھانویؒ کی شرکت لکھنو کے قیام میں پھر بھوپال کے قیام میں پھر پاکستان کے قیام میں ان تبلیغی اجتماعات میں بہت کثرت سے ہوئی ہے حجاز کے تبلیغی اجتماعات میں بھی حضرت سید صاحب کی شرکت ہوتی ہے اور تقریریں بھی فرمائی ہیں۔ مولانا الحاج ابوالحسن علی میاں صاحب نے جو حضرت دہلوی کی سوانح عمر لکھی ہے اس پر حضرت سید صاحب کا مبسوط مقدمہ ہے جس کے متعلق سید صاحب کی سوانح ''تذکرہ سلیمان'' میں لکھا ہے کہ یہ بلند پایہ مقدمہ بھی اپنی

جامعیت علمیت اورافادیت کے اعتبار سے اپنی نظیر آپ ہے۔ بیس صفحات میں اتنے ہی اہم مضامین کی وسعتوں کوسمیٹ لینا یہ حضرت ہی کا حصہ تھا، صرف عنوانات کے شمار ہی سے اس کی گونا گونی کا اندازہ لگایئے جو یہ ہیں: (۱) امت مسلمہ کا فریضہ (۲) دولت وسلطنت مقصود اصلی نہیں (۳) امت مسلمہ جانشین ہے (۴) تعلیم وتزکیہ میں تفریق (۵) تعلیم وتزکیہ کی یکجائی (۶) فلاح دونوں کی یکجائی میں ہے (۷) مزاج نبوت قوام ملت ہے (۸) صاحب سوانح اس معیار سے (۹) سلسلہ، ولی اللٰہی، صاحب (۱۰) سوانح کا سلسلہ نسب (۱۱) اس عہد میں تبلیغی ناکامی کے وجوہ (۱۲) انبیاء کے اصول دعوت (تذکرہ سلیمان) یہ تو اجمالی عنوانات ہیں۔ ان میں سے عنوان نمبر ۸ ''صاحب سوانح اس معیار سے'' کے ذیل میں مقدمہ لکھا ہے کہ ''آئندہ اوراق میں جس داعی حق اور دعوت حق کی تصویر کھینچی گئی ہے میری آنکھوں نے اس کے چہرے کے خدوخال کا مشاہدہ کیا تھا، اس کے ظاہر وغائب کے حالات دیکھتا اور سنتا رہا اور جن کو یہ سعادت حاصل نہیں ہوئی ان کو ان اوراق کے پڑھنے سے اس کی پوری کیفیت معلوم ہو جائے گی۔ اور اسی ضمن میں اس کے اصول وطریق دعوت اور خود حقیقت دعوت کے سارے حالات واضح ہو جائیں گے۔

اسی مقدمہ کے عنوان نمبر ۵، انبیاء کے اصول دعوت کے ذیل میں تحریر فرمایا: ''تبلیغ و دعوت کے ان اصولوں میں سے جو حضور ﷺ کی سیرت میں نمایاں معلوم ہوتے ہیں ایک عرض ہے یعنی حضور انور ﷺ اس کا انتظار نہیں فرماتے تھے کہ لوگ آپؐ کی خدمت میں خود حاضر ہوں بلکہ آپؐ اور آپؐ کے داعی لوگوں تک خود پہنچتے تھے اور حق کی دعوت دیتے تھے یہاں تک کہ کبھی کبھی لوگوں کے گھروں تک خود پہنچ جاتے تھے۔ اور کلمۂ حق کی دعوت پیش فرماتے تھے۔ مکہ معظّمہ سے سفر کر کے طائف تشریف لے گئے اور وہاں عبد یالیل وغیرہ رئیسوں کے گھروں پر جا کر تبلیغ کا فرض ادا فرمایا حج کے موسم میں ایک ایک قبیلہ کے پاس تشریف لے جاتے اور ان کو حق کا پیغام پہنچاتے۔ اور ان کی ترشی وتند جوابوں کی پرواہ نہ فرماتے تھے۔

آخر اسی تلاش میں یثرب کے وہ سعادت مند ملے جن کے ہاتھوں سے ایمان واسلام کی دولت مکہ معظّمہ سے مدینہ منورہ کو منتقل ہوئی، صلح حدیبیہ کے بعد جب ملک میں امن وامان واطمینان ہوا تو اسلام کے سفیر مصر وایران وحبش کے بادشاہوں اور عمان وبحرین اور یمن اور حدود شام کے رئیسوں کے پاس اسلام کا پیغام لے کر پہنچے۔ اور مختلف صحابہؓ نے عرب کے مختلف صوبوں اور قبیلوں میں جا کر اسلام کی

تبلیغ کی، حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ مدینہ منورہ گئے، حضرت علی اور معاذ بن جبل رضی اللہ عنہما نے یمن کا رخ کیا، یہی حال ہر دور کے علماء حق اور ائمہ دین کا رہا۔

اس سے معلوم ہوا کہ داعی اور مبلغ کا خود فرض ہے کہ وہ لوگوں تک پہنچے اور حق کا پیغام پہنچائے۔ بعض صاحبوں کو خانقاہ نشینوں کے موجودہ طرز سے یہ شبہ پیدا ہوتا ہے کہ ان خاصان حق کا ہمیشہ سے یہی طریقہ رہا ہے حالاں کہ یہ سراسر غلط ہے، ان بزرگوں کی سیرتوں اور تذکروں کو کھول کر پڑھیں تو معلوم ہوگا کہ یہ کہاں کے رہنے والے تھے، فیض کہاں سے پایا اور جو پایا اس کو کہاں کہاں بانٹا اور کہاں جا کر زیر زمین آرام کیا اور یہ اس وقت کیا جب دنیا ریلوں، لاریوں، موٹروں اور سفروں کے دوسرے سامان راحت سے محروم تھی۔ معین الدین چشتی علیہ الرحمۃ سیستان میں پیدا ہوئے، چشت واقع افغانستان میں دولت پائی اور راجپوتانہ کے کفرستان میں آ کر حق کی روشنی پھیلائی، فرید شکر گنج علیہ الرحمۃ سندھ کے کناروں سے دہلی تک اور دہلی سے پنجاب تک آ گئے۔ اور ان کے مریدوں میں حضرت نظام الدین سلطان الاولیاء علیہ الرحمۃ اور پھر ان کے خلفاء کے احوال اور ان کے سفر کے مقامات اور ان کے مزارات کی جائے وقوع کو دیکھئے کہ وہ کہاں کہاں ہیں کوئی دکن میں ہے کوئی مالوہ میں ہے کوئی بنگال میں ہے کوئی صوبجات متحدہ میں ہے (مقدمہ سوانح) سید صاحب اپنے ایک مکتوب میں تحریر فرماتے ہیں۔

سید سلیمان ندوی رحمہ اللہ کا اہم مکتوب

''از بھوپال یکم ذی الحجہ ۱۳۶۸ھ'' عزیزم مکرم حیاکم اللہ تعالیٰ السلام علیکم ورحمۃ اللہ مکی زندگی سے مدنی زندگی بمشکل کامیاب ہوسکتی ہے، اور پچھلے فرسودہ نظام زندگی کی بنیاد پر تجدید کی دیواریں کھڑی نہیں ہوسکتی، خود مسلمان بننا دوسرے کو مسلمان بننے کی دعوت دینا وقت کی اہم پکار ہے۔ اور اس نفرت کے بجائے محبت کے جذبہ سے انجام دینا سب سے اہم ہے۔ (تذکرہ سلیمان)

اسی سوانح میں دوسری جگہ لکھا ہے کہ ''حضرت مولانا الیاس صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی تبلیغی جماعت کا ایک بڑا مرکز بھوپال بھی تھا اور تبلیغی حضرات کئی وجوہ سے حضرت والا سے خاص تعلق رکھتے تھے اس لیے جب تک حضرت بھوپال میں مقیم رہے تبلیغی کاموں کی گویا سرپرستی فرماتے رہے اور غالباً حضرت ہی کے ایماء سے مولانا اشفاق الرحمٰن کاندھلوی بڑی گرم جوشی سے تبلیغی وفود میں حصہ لیتے رہے اور اپنے مواعظ حسنہ

کے ذریعہ ریاست کے چپہ چپہ تک اسلام خالص کی دعوت پہنچائی۔

صاحبِ سوانح ایک جگہ لکھتے ہیں کہ وصال سے صرف چار یوم قبل مغرب کے بعد جب حضرت والا حسب معمول نماز سے فارغ ہو کر چار پائی پر لیٹے تھے کہ سفیر شام مع چند رفقاء کے تشریف لائے۔اس کے بعد سفیر نے جماعت تبلیغ کے متعلق حضرت والا کی شخصی رائے دریافت فرمائی، ارشاد ہوا کہ تبلیغی جماعت دین خالص کی داعی ہے۔ (تذکرہ سلیمان)

مولانا الحاج علی میاں صاحب حضرت دہلوی کے لکھنو کے سفر کی تفاصیل لکھتے ہوئے تحریر کرتے ہیں کہ سید سلیمان صاحب ایک روز پہلے لکھنو تشریف لا چکے تھے اور مولانا کے ساتھ ہی مقیم تھے، سید صاحب کو اس سے چند گھنٹے پہلے کے لیے تھانہ بھون کے اسٹیشن اور تھانہ بھون سے کاندھلہ تک ریل میں مولانا سے گفتگو کا اتفاق ہوا تھا اور آپ نے اگلے روز پھاٹک حبش خان کے جلسہ میں مولانا کی دعوت کی ترجمانی اور اپنے خیالات کا اظہار فرمایا تھا، اس موقع پر آٹھ نو دن شب و روز ساتھ رہا۔آخری روز جمعہ کے دن جو خاص مصروفیت کا تھا امیر الدولہ اسلامیہ کالج تشریف لے گئے جہاں ایک بہت بڑا اجتماع آپ کے انتظار میں تھا وہاں پہلے مولانا سید سلیمان صاحب نے ایک پر اثر تقریر کی آپ کے بعد مولانا نے ارشاد فرمایا (سوانح حضرت دہلویؒ) یہ ناکارہ بھی حضرت دہلوی کی معیت میں ندوۃ العلماء میں مقیم رہا۔سید صاحب بہت اہتمام سے حضرت دہلوی کی نجی تقاریر اور اجتماعات میں نہایت ہی سکون و وقار کے ساتھ شریک رہتے اور بہت غور سے تقاریر خاص طور سے نجی مجالس کی سنتے۔ایک دفعہ میرے سامنے حضرت دہلوی سے فرمایا تھا کہ آپ کے ارشادات میں مجھے حکیم الامتؒ کے ارشادات کی یاد تازہ ہوتی ہے۔

سوانح یوسفی میں لکھا ہے کہ ۴۹ء میں مولانا سید سلیمان ندوی حج کو تشریف لے گئے، مولانا سید سلیمان ندوی سے عرب کے علماء بہت پہلے سے واقف تھے ان کے حجاز پہنچنے سے تبلیغی جماعت کے افراد نے بڑا فائدہ اٹھایا اور کئی ایسے اجتماع کیے جن میں عرب کے علماء بکثرت شریک ہوئے اور حجاز و یمن اور شام و عراق کے علاوہ سوڈان، مصر، مراکش، ٹیونس کے علماء بھی شریک ہوئے۔اس سلسلے کا پہلا اجتماع حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ کے مکان میں ہوا تھا، اور سید صاحب نے ایک ایسے اجتماع کو خطاب کیا جس میں مصر، سوڈان، مراکش، ٹیونس کے فاضل علماء اور خواص جمع تھے۔مولانا سید سلیمان ندویؒ نے نہایت اچھے پیرائے اور علمی اسلوب میں بڑے سلجھے ہوئے انداز سے دعوت و تبلیغ پر روشنی ڈالی۔اجتماع

کے اختتام پر سب ہی علماء اور خواص نے اپنے اپنے پتے دیے، علماء نے کام کو خوب سراہا اور اس کام سے اپنے تعلق کا اظہار کیا۔ (سوانح)

اطاعت امیر کا ایمان افروز تذکرہ

(نوٹ:۔ان سطور کی پروف ریڈنگ کے دوران ۱۵۔اپریل ۲۰۰۴ کو حضرت مفتی صاحب رحمۃ اللہ کی وفات کی حسرت آیات کی خبر مولانا شفیق الحسن ناصر کے ذریعہ ملی۔ انا للہ وانا الیہ راجعون)

مفتی زین العابدین صاحب لائل پوری نے اس سفر حج کا قصہ اپنے گرامی نامہ میں تفصیل سے لکھا ہے، وہ لکھتے ہیں کہ سید سلیمان ندویؒ جب ۱۹۴۹ء میں ہند سے حجاز تشریف لے گئے ہم مکہ معظمہ تین دن مسلسل حاضر ہوتے رہے، تیسرے دن حضرت نے پوچھا آپ کہاں کے ہیں تو بندہ نے عرض کیا کہ پنجاب کا ہوں، حضرت عثمانی رحمۃ اللہ علیہ سے ڈابھیل میں دورہ پڑھا پھر امرتسر میں پڑھاتا رہا، اس کے بعد سات چلے تبلیغ میں لگائے، پھر ایک سال نظام الدین گذارا، پھر ان حضرات نے یہاں ۱۹۴۷ء میں بھیج دیا۔ اب یہاں اس طرح حجاج میں اور بقیہ وقت یہاں کے عربوں میں کام کرتے رہتے ہیں۔ اس پر فرمایا کہ تیرا نام بمبئی میں معلوم ہوا تھا۔ اور یہ بھی کہ یہاں کے امیر جماعت تم ہو۔ میں نے عرض کیا مجھے امیر بنا رکھا ہے تو فرمایا کہ میرا یہاں کو پورا وقت آپ کے حوالہ ہے میں خود کوئی پروگرام نہیں بناؤں گا۔ چنانچہ اس پر اس شدت سے عمل فرمایا کہ ایک دن میں مدرسہ صولتیہ میں لیٹا ہوا تھا، ایک ساتھی نے آکر اٹھایا کہ شیخ عمر بن حسن رئیس امر بالمعروف نجد شیخ عبداللہ بن حسن شیخ الاسلام کے بھائی تشریف لائے ہیں، میں حیران ہو کر اٹھا ان سے باہر آکر ملا پھر اندر لے گیا تو انہوں نے ارشاد فرمایا، میں شیخ سید سلیمان ندوی کی خدمت میں حاضر ہوا اور ان کو اپنے یہاں کھانے کی دعوت دی تو انہوں نے ارشاد فرمایا کہ میں یہاں کا وقت تبلیغ میں دے چکا ہوں، میرے امیر سے پوچھیں اگر وہ قبول کرلیں تو مجھے قبول ہے۔ چنانچہ میں اسی وقت شیخ عمر بن حسن کی کار میں ان کے ساتھ بیٹھ کر سید صاحب کی خدمت میں حاضر ہوا اور حضرت سے استفسار کر کے ان کی دعوت قبول کی۔ اور ان کے چلے جانے کے بعد میں نے عرض کیا کہ حضرت ان بڑے لوگوں سے تو براہِ کرم آپ خود طے فرمالیا کریں تو فرمایا بالکل نہیں جو طے کرنا ہے تجھے کرنا ہوگا۔ فقط

جناب الحاج عبدالوہاب صاحب روحِ رواں تبلیغ پاکستان اپنے ایک خط میں لکھتے ہیں:

''سید سلیمان ندوی رحمۃ اللہ علیہ تو ہمارے ساتھ ہر اتوار کو تشریف لے جاتے تھے، اور بندہ کی باتوں کو سنتے تھے، اور بندہ کا نام ''بلبل ہزار داستان'' رکھا ہوا تھا، فرماتے تھے کہ جب تم لوگ آجاتے ہو تو میں سمجھتا ہوں کہ دنیا میں خیر ہی خیر ہے اور جب تم چلے جاتے ہو تو سمجھتا ہوں کہ دنیا میں شر ہی شر ہے فقط۔

خلیفہ حضرت اقدس تھانویؒ مولانا عبدالرحمٰن رحمۃ اللہ علیہ کی توثیق

(و) حضرت مولانا عبدالرحمٰن صاحب سابق صدر مدرس مدرسہ مظاہر علوم خلیفہ حضرت اقدس حکیم الامۃ تھانوی نور اللہ مرقدہما جب تک سہارنپور مقیم رہے میوات کے جلسوں میں کثرت سے تشریف لے جاتے رہے۔ حضرت مولانا کی ایک دفعہ طبیعت ناساز تھی حکیم کو دکھانے دہلی تشریف لے گئے چونکہ نظام الدین ہی قیام کرتا رہتا تھا اس وقت حضرت دہلویؒ میوات کے ایک سخت ترین سفر پر جارہے تھے جو پہاڑ پر تھا، حضرت دہلوی نے مولانا کو بھی ساتھ چلنے کی دعوت دی، باوجود یہ کہ مولانا بیمار بھی تھے اور حکیم کے پاس علاج کے لیے تشریف لے گئے تھے مگر ساتھ ہو لیے۔ جمعہ کا دن نہایت گرمی کا وقت پہاڑ تک سواری مل گئی، مگر پہاڑ پر پاؤں چڑھنا پڑا چچا جان تو مشاق تھے ہمیشہ کے عادی تھے مولانا مرحوم کو اس قسم کے سفر کا کبھی سابقہ نہیں پڑا تھا دونوں اکابر نہایت مشقت کے ساتھ جمعہ کی عجلت کی وجہ سے تیزی سے پہاڑ پر چڑھ رہے تھے پسینہ پسینہ ہو رہے تھے۔ ایک ناواقف میواتی نے دوسرے کو آواز دے کر کہا کہ ارے فلانے دیکھ تو مولبی گنجی کھانے کے شوق میں کیسا بھاگ رہے ہیں۔ (گنجی میوات کا ایک خاص کھانا ہے جو ان کے یہاں بہت پسندیدہ ہے اور یوپی والوں کو اس کا کھانا مشکل ہے۔) ''تجلیات رحمانی''

یعنی حضرت مولانا عبدالرحمٰن صاحب نور اللہ مرقدہٗ کی سوانح عمری میں لکھا ہے کہ تبلیغی جماعت کے کام سے آپ کو بڑی دل چسپی تھی، تبلیغ کو آپ اس دور میں جہاد اکبر سمجھتے تھے۔ امیر جماعت تبلیغ حضرت مولانا محمد الیاس صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے حضرت مولانا کے ساتھ بڑے گہرے تعلقات تھے۔ حضرت مولانا محمد الیاس صاحب کے خلوص اور للّٰہیت کے صمیم قلب سے قائل تھی، فرماتے تھے کہ یہ جو کچھ حرکت ہو رہی ہے حضرت مولانا محمد الیاس صاحب کے خلوص اور للّٰہیت کی برکت ہے۔ مولانا محمد یوسف صاحب حضرت مولانا کے خاص تلامذہ میں سے تھے انہوں نے دورہ کی اکثر کتابیں مولانا مرحوم سے پڑھی تھیں۔ تبلیغی جماعت کے بعض دوسرے سرکردہ حضرات مولانا کے تربیت یافتہ اور تلامذہ تھے۔ مولانا انعام

الحسن صاحب مولانا عبیداللہ صاحب حضرت مولانا سے پڑھے ہوئے ہیں۔ مولانا سعید احمد خاں صاحب امیر جماعت سعودی عرب حضرت کے تلمیذ خاص اور بڑے تعلق والے تھے، مولانا اپنے تلامذہ و متعلقین کو تبلیغی سلسلہ میں شرکت کا حکم اور مشورہ دیتے۔

مولانا منظور احمد صاحب چنیوٹی نے تحریر کیا کہ میں مدرسہ سے رخصت لے کر تین چلوں پر مشرقی پاکستان چلا گیا تھا اور اب جماعت تبلیغی کے ہمراہ مکہ مکرمہ جا رہا ہوں، اس کے جواب میں حضرت مولانا نے تحریر فرمایا جو کام آپ کر رہے ہیں اس میں شک نہیں کہ موجودہ زمانے میں جہادِ اکبر ہے۔ اللہ تعالیٰ قبول فرمائے۔ ایک صاحب نے کراچی سے مولانا کو لکھا کہ میں تبلیغی جماعت کے ساتھ جو دعوت الی اللہ کے لیے جاتی ہے شرکت برابر کرتا رہتا ہوں مگر پچھلی اتوار کی شام کو تبلیغی جماعت کے ایک صاحب جو عالم معلوم نہیں ہوتے تھے انہوں نے اپنے بیان میں فرمایا کہ گشت میں جانے والوں کو سات لاکھ نمازوں کا ثواب ملتا ہے، حالاں کہ مسجد الحرام خانہ کعبہ میں نماز پڑھنے والوں کو صرف ایک لاکھ کا ثواب، یہ بات کچھ سمجھ میں نہیں آئی۔ حالاں کہ حضرت تھانویؒ کے وعظ آداب التبلیغ میں پڑھا تھا کہ یہ تبلیغ فرض کفایہ ہے تو جب فرض عین نہیں تو انہوں نے یہ کیسے بیان کر دیا؟ جس پر حضرت مولانا نے مختصراً تحریر فرمایا کہ ایسے جزوی امور کو ترک کر دیجئے جو بات شریعت کے موافق نظر آئے اس پر عمل کرتے رہیں۔ (تجلیات رحمانی)

ایک شخص نے تبلیغ میں مسلسل چلوں کا ذکر کیا تو فرمایا کہ موجودہ زمانہ میں یہ بہت بڑا فریضہ ہے۔ مگر اس کے ساتھ پسماندگان کے حقوق کا بھی خیال فرمانا ضروری ہے۔ (تجلیات رحمانی)

حضرت مفتی اعظم پاکستان رحمۃ اللہ علیہ کی سرپرستی

(د) حضرت مولانا الحاج مفتی محمد شفیع صاحب سابق مفتی دارالعلوم دیوبند حال ناظم جامعہ اسلامیہ کراچی خلیفہ حضرت تھانوی قدس سرہٗ کے متعلق حضرت ناظم صاحب مظاہر علوم اور اس ناکارہ کے خطوط میں گذر چکا ہے کہ حضرات دہلی کی آمد پر حضرت مفتی صاحب ان لوگوں کو اپنے مدرسے میں بلاتے ہیں اور مدرسین وطلبہ کو جمع فرما کر ان حضرات سے تبلیغی تقریریں اہتمام سے کراتے ہیں اور بعد میں خود بھی اس کی تائید میں تقریر فرماتے ہیں، واقعات بالا تو خود میرے مشاہد ہیں وہاں کے طلبہ کے خطوط سے بھی اکثر حضرت مفتی صاحب کی مستقل تقریر اس جماعت کی تائید ونصرت وشرکت میں ہونی

معلوم ہوتی رہتی ہے۔

یہ چند نمونے میں نے حضرت حکیم الامۃ نور اللہ مرقدہٗ کے اجل خلفاء کے نقل کرائے ہیں۔ میری سمجھ میں تو نہیں آتا کہ اگر حضرت حکیم الامۃ اس جماعت سے خفا تھے تو حضرت کے اجل خلفاء میں سے کسی کو بھی ناراضی کی خبر نہ ہوئی اور یہ سب حضرات نہایت جوش وخروش کے ساتھ اس میں شرکت بھی فرماتے رہے شرکت کے تقاضے بھی پورے کرتے رہے۔ حضرت مولانا ظفر احمد صاحب حضرت حکیم الامۃ نور اللہ مرقدہٗ کے بھانجہ نے ایک مستقل چلہ اس میں دینے کا وعدہ فرما رکھا تھا جو مشاغل کے ہجوم کی وجہ سے پورا نہ ہوسکا اور وہ جب چچا جان کی بیماری میں ایک دن تشریف لے گئے اور چچا جان نور اللہ مرقدہٗ نے ان کو ان کا وعدہ یاد دلایا تو اپنی سخت مجبوری اور ضرورت کے باوجود مستقل قیام فرمالیا اور وصال تک وہیں موجود رہے، اور اس زمانہ میں تبلیغی اجتماعات میں کثرت سے شرکت فرماتے رہے اور ملفوظات بھی جمع کرتے رہے۔ اور اس کا اطمینان بھی دلاتے رہے کہ آپ کے بعد یہ کام انشاء اللہ اسی طرح چلتا رہے گا۔ جیسا کہ ملفوظات حضرت دہلوی میں تفاصیل سے موجود ہے، میں نے حضرت حکیم الامۃ قدس سرہٗ کے خلفاء آراء اور ارشادات اسی وجہ سے لکھوائے ہیں کہ لوگ حضرت قدس سرہٗ کی طرف سے اس چیز کو پھیلاتے ہیں کہ حضرت حکیم الامۃ ناراض تھے۔ تعجب ہے کہ اس مجہول روایت کی اطلاع حضرت کے اجل خلفاء کو نہ ہوئی۔

بالخصوص مولانا ظفر احمد صاحب کو جو ہر وقت کے تھانہ بھون کے حاضر باش خانقاہ کے مفتی اعظم اور حضرت قدس سرہٗ کے مسودات اور ارشادات کو لکھنے والے اور حضرت کی خدمت میں رہ کر اعلاء السنن وغیرہ کی تصانیف کرتے رہے۔ ان کو حضرت تھانوی کی ناراضی کا شائبہ بھی ہو جاتا تو حضرت دہلوی کے اخیر زمانہ میں اس طرح موجودہ تبلیغ کے اندر سرگرمی سے منہمک نہ ہوتے۔ ان کے علاوہ آراء دیگر مشائخ اور علماء کی نمونہ لکھواتا ہوں۔

مولانا شاہ محمد یعقوب صاحب اور تبلیغی جماعت

(الف) حضرت مولانا الحاج شاہ محمد یعقوب صاحب مجددی نقشبندی، بھوپالی، مولانا الحاج عمران خاں صاحب کی وجہ سے وہ بھوپال کی مرکزی جماعت کے روح رواں ہیں اور حضرت شاہ صاحب کے

اخص الخواص مریدین میں ہیں۔ تبلیغ کی سرپرستی فرماتے رہے، خاص طور سے بھوپال کے اجتماع میں کثرت سے دعائیں اور مشورے بھی فرماتے رہے، حضرت مولانا الحاج ابوالحسن علی میاں نے حضرت شاہ صاحب کی خدمت میں چندروز قیام کے دوران میں حضرت شاہ صاحب کے ملفوظات حضرت پیران پیر کے مواعظ کی طرح سے تاریخ وار مجالس کے ساتھ جمع کئے۔ جن کا نام ''صحبتے بااہل دل'' ہے۔ اس میں تحریر فرماتے ہیں، اٹھارویں مجلس ۳/ ذی قعدہ ۱۳۸۸ھ آج حضرت کی طبیعت کچھ مضمحل تھی، کمر میں کئی دن سے درد تھا آج اس میں غالباً زیادتی ہوگئی اشراق پڑھ کر خلاف معمول لیٹ گئے اور آنکھ لگ گئی۔ مولانا انعام الحسن صاحب چند رفقاء وخدام کے ساتھ ملنے آئے، یہ معلوم کر کے کہ حضرت آرام فرمارہے ہیں راقم سطور کے پاس اندر مہمان خانہ میں آگئے، کچھ دیر کے بعد جلسہ (اجتماع بھوپال) میں شرکت کرنے والے مہمانوں اور خانقاہ میں آنے والوں کا ہجوم ہوگیا، اندر کا دلان بالکل بھر گیا۔ حضرت بیدار ہوگئے مولانا کے میرے پاس تشریف رکھنے کا علم ہوا تو بجائے باہر خانقاہ میں جانے کے اندر تشریف لے آئے اور دالان کے کنارے جہاں جوتے اتارے جاتے ہیں اس کے پاس ہی بیٹھ گئے۔ حاضرین نے صدر مجلس میں تشریف رکھنے کے لیے عرض کیا تو فرمایا مجھے یہیں راحت ہے، بے تکلفی بڑی راحت کی چیز ہے۔

مولانا انعام الحسن صاحب اور ان کے بعض رفقاء نے یورپ میں تبلیغی اثرات جماعتوں کی نقل وحرکت اور مساجد کی تعمیر کا سلسلہ شروع ہونے کا ذکر کیا یہ بھی تذکرہ فرمایا کہ جماعت کے لوگوں نے پیرس میں ایک چھوٹی سی مسجد تعمیر کی اس مرتبہ رمضان المبارک میں وہاں تراویح ہوئی، ۶۰/۷۰ آدمی تراویح میں شریک ہوتے تھے، اخیر عشرہ میں ایک صاحب نے اعتکاف بھی کیا، خط میں تھا کہ پیرس کی تاریخ میں شاید یہ پہلا اعتکاف ہے، حضرت نے ان واقعات پر بڑی مسرت کا اظہار کیا اور فرمایا کہ خدا کی شان ہے کہ کفر وظلمت کے مرکز میں یہ تبدیلیاں ہورہی ہیں اور اسلام اور ایمان کے مرکزوں میں اور بزرگوں کے خاندانوں میں جہاں پشتوں سے دینداری اور بزرگی چلی آرہی تھی مغرب کی نقالی دین سے بے رغبتی بلکہ دین کی تحقیر اور شعائر اسلام سے وحشت اور ان کے ساتھ تمسخر کے مناظر دیکھنے میں آتے ہیں۔ ''ع چو کفر از کعبہ برخیزد کجا ماند مسلمانی'' فرمایا کہ ہم تو اسی وقت سے معتقد ہیں کہ جب نظام الدین کی یہ مسجد بہت مختصر اور کچی پکی تھی۔ اور کچھ معذور واپاہج میواتی وہاں پڑے رہتے تھے،

ہمیں تو یہ باغ اسی وقت لہلہاتا نظر آتا تھا۔ میں ایک مرتبہ نظام الدین کی زیارت کے لیے گیا، زیارت سے فارغ ہو کر جانے لگا تو کسی نے کہا کہ ایک چھوٹی سی مسجد اور ہے وہاں ایک چھوٹا سا مدرسہ اور ایک بزرگ رہتے ہیں وہاں بھی چلئے۔ میں حاضر ہوا اور ان بزرگ (مولانا محمد الیاس رحمۃ اللہ) کا دریافت کیا، کہا گیا کہ وہ اس وقت مسجد سے باہر گئے ہوئے ہیں ظہر کی نماز کے وقت ملیں گے۔ میں ٹھہر گیا اور ظہر کی نماز کا وقت آیا وہ تشریف لائے، میں نے ان کے پیچھے نماز پڑھی یا تو اپنے والد صاحب کے پیچھے (ایسے اطمینان کی) نماز پڑھی تھی یا ان کے پیچھے۔ پھر میں نے مولانا یوسف صاحب کا دور بھی دیکھا، ایک دن میں نے اسے کہا کہ میں نے آپ کو اس وقت دیکھا تھا جب صفوۃ المصادر پڑھتے تھے۔ بڑی سادگی سے بولے اب بھی وہی پڑھ رہا ہوں۔ (صحبتے با اہل دل)

بھوپال کا رسالہ ''نشان منزل'' میں وقتاً فوقتاً حضرت شاہ صاحب کے ارشادات اس جماعت و تبلیغ کی حمایت میں شائع ہوتے رہے ہیں جو میری نگاہ سے بھی وقتاً فوقتاً گذرتے رہے ہیں۔ اس وقت یہ خیال بھی نہیں تھا کہ ان چیزوں کو کسی وقت نمایاں کرنا پڑے گا۔ لیکن اگر کوئی دیکھنا چاہے تو نشان منزل کا رسالہ میں بہت کثرت سے ملے گا۔ بھوپال کا سالانہ اجتماع بہت مشہور ہے۔

(ب) جناب الحاج مفتی کفایت اللہ صاحب مفتی اعظم دہلی کی شرکت میوات کے جلسوں میں کثرت سے ہوئی، اور بعض اجتماعات میں یہ ناکارہ بھی شریک تھا۔ مفتی محمود صاحب گنگوہی فرماتے ہیں کہ مفتی صاحب کے ساتھ میوات کے بعض اجتماعات میں میں بھی شریک ہوا ہوں۔ مفتی صاحب اور مولانا الحاج احمد سعید صاحب سابق ناظم جمعیۃ علماء کی تقریریں میوات کے بعض جلسوں میں بندہ نے خود سنی ہیں۔ بہت ہی شدومد سے لوگوں کو اس کام میں شرکت کے لیے تقاضا اور دعوت دیا کرتے تھے۔ سوانح یوسفی میں ایک جلسہ کا مختصر ذکر ہے اس میں لکھا ہے کہ قصبہ نوح ضلع گوڑگانواں میں ایک تبلیغی اجتماع ۲۷/ذی الحجہ ۱۳۲۸ھ بروز یک شنبہ ہوا۔ اس جلسہ میں مرکز کے اکابر کے علاوہ مفتی کفایت اللہ صاحب، مولانا احمد سعید صاحب دہلویؒ، مولانا حفظ الرحمٰن صاحب سیوہاروی، مولانا حبیب الرحمٰن صاحب لدھیانوی شریک ہوئے۔ اس تبلیغی اجتماع میں مولانا احمد سعید صاحب دہلوی نے تبلیغ کی ضرورت اور افادیت پر کئی گھنٹے تقریر فرمائی۔ اس اجتماع میں میوات کے اہل تعلق اور کثیر تعداد میں میواتی شریک ہوئے۔ دوسری جگہ لکھتے ہیں کہ مولانا عبدالرشید صاحب مسکین بھوپال کے مشہور عالم اور ملی کارکن نے

مولانا محمد الیاس صاحب کی زندگی میں مفتی کفایت اللہ صاحب کی وساطت سے بھوپال میں تبلیغی کام کی دعوت دی تھی (سوانح یوسفی)

حضرت دہلویؒ اپنے ایک مکتوب میں تحریر فرماتے ہیں آج یہ بندہ اس دعوت کو لے کر مدرسہ امینیہ گیا تھا جس میں اللہ کے فضل اور لطف اور رحمت نے بہت امید افزاء صورت پیدا فرمادی، حضرت مفتی صاحب نے تمام مدرسین اور طلباء کو جمع فرمایا اور میری تحریض کے بعد مولوی فخر الحسن صاحب نے تحسین فرمائی ان کے بعد حضرت مفتی صاحب نے باوجود وقت کے تنگ ہونے کے اس کی صورت ثابت فرمائی۔ عنوان بہت ہی اچھا اختیار فرمایا، حضرت دہلویؒ اپنے ایک اہم مکتوب میں علی میاں کو تحریر کرتے ہیں کہ اس وقت ایک اہم ضرورت جو درپیش ہے وہ یہ کہ مبلغین کی معتد بہ جماعت کراچی پہنچ رہی ہے۔ وہاں سے ایک تار جناب کی دعوت کا آیا ہوا ہے جس کی وجہ یہ ہے کہ حیدرآباد سندھ میں ایک جلسہ ہونے والا ہے اس میں اکابر مثلاً مفتی کفایت اللہ صاحب، مولانا طیب صاحب وغیرہما اکابر علماء امت شرکت فرمارہے ہیں اس میں آپ کی شرکت کی شدید ضرورت ہے، آپ اللہ سے مانگتے ہوئے اور اسی پر بھروسہ فرماتے ہوئے اور استقلال اور دل جمعی کے ساتھ دعوت دینے کے عزم سے حیدرآباد سندھ تشریف لے جاویں۔ (مکاتیب)

۱۳۶۰ھ میں قصبہ نوح میں ایک بڑا تبلیغی اجتماع ہوا۔ میوات کی سرزمین میں اس سے پہلے اتنا بڑا اجتماع نہیں ہوا تھا۔ شرکاء جلسہ کا اندازہ پچیس ہزار کا کیا جاتا ہے۔ حضرت مفتی کفایت اللہ صاحب جو اس اجتماع میں شریک تھے فرماتے تھے کہ میں ۳۵ سال سے ہر قسم کے مذہبی اور سیاسی جلسوں میں شریک ہورہا ہوں لیکن میں نے اس شان کا ایسا بابرکت اجتماع آج تک نہیں دیکھا۔ (سوانح یوسفی)

مراد آباد کے اجتماع میں حضرت دہلوی نور اللہ مرقدہٗ تشریف نہ لاسکے ان کی جگہ نیابت میں جناب الحاج مفتی کفایت اللہ صاحب نے شرکت فرمائی۔ (سوانح یوسفی)

مولانا محمود حسن صاحب مفتی اعظم دارالعلوم دیوبند کی تصدیق

(د) جناب الحاج مفتی محمود حسن صاحب مفتی اعظم دارالعلوم دیوبند کی شرکت موجودہ تبلیغ کے اجتماعات میں اور مخالفین کے اعتراضات کے جوابات میں بہت کثرت سے رسائل اور اخبارات میں شائع ہوچکی ہیں اور بہت سے مضامین ''کیا تبلیغی کام ضروری ہے'' میں شائع ہوچکے ہیں۔ ایک تحریر ان

کی کسی شاکی کی شکایات کے جواب میں رسالہ ''حقیقت تبلیغ'' مؤلفہ الحاج ابراہیم یوسف باوا رنگونی میں ہے، وہ کسی معترض کے خط کے جواب میں ہے جس کا نام مجھے معلوم نہیں، خط بہت طویل ہے جو حقیقت تبلیغ میں چھپا ہوا ہے اور اس سے رسالہ ''کیا تبلیغی کام ضروری ہے'' میں بھی نقل کیا گیا ہے۔ اس نے لکھا تھا کہ تبلیغی جماعت کی سرگرمیاں ماشاء اللہ ترقی پذیر ہیں جماعتیں یوں بھی تمام سال قریہ قریہ گشت کرتی رہتی ہیں۔ خصوصاً یہاں بھوپال میں کثرت سے سالانہ اجتماع اور ہفتہ وار اجتماع کو دیکھنے کا موقع ملتا رہا۔ لیکن اس ضمن میں چند امور ہمیشہ کھٹکتے رہے اور دل کلیۃ جماعت کے طریق کار سے متفق نہ ہوا، لیکن گذشتہ ماہ نومبر ۱۹۶۳ء میں لکھنو کے سالانہ اجتماع میں آپ کو دیکھ کر یہ خیال ہوا کہ یہ عاجز کسی غلطی یا وسوسۂ شیطانی میں مبتلا ہے، اس بنا پر اسی وقت سے یہ خلش تھی کہ حضرت محترم سے اپنے رفع شکوک ودفع وسواس کے لیے اس باب میں استفسار کر کے اصلاح حاصل کروں گا، آگے اشکالات کی فہرست ہے جو مفتی صاحبؒ کے جواب سے خود سمجھ میں آتی ہے۔

اہم مکتوب

مکرم ومحترم زیدت مکارمکم، السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ! گرامی نامہ صادر ہوا مگر رمضان المبارک میں اتنی طویل تحریر کا پڑھنا مشکل، پھر جواب اس سے زیادہ مشکل، تاہم پڑھا، معلوم ہوا کہ وقتی اور کوئی فوری چیز جواب طلب نہیں۔ مکرما! تبلیغ کا جو نقشہ آپ نے کھینچا ہے، میں نے اس سے قبل کبھی نہیں سنا اور دیکھنے کی تو آج تک نوبت نہیں آئی، میں نے خود طویل طویل سفر کئے ہیں، یہاں بھی ہمیشہ ہفتہ وار اجتماع میں شرکت کرتا ہوں ۳۵ برس سے شرکت کا موقع ملتا رہتا ہے، سہارنپور، دیوبند، رائپور، لکھنؤ وغیرہ کے اکابر ارباب مدارس وارباب خانقاہ کا جو کچھ اس کام سے تعلق ہے وہ بھی براہِ راست معلوم ہے، مشائخ کرامؒ اپنے زیر تربیت سالکین کو کس طرح اس کام کی ترغیب دے کر کام میں لگاتے ہیں، وہ بھی معلوم ہے اس کی بھی کوئی وجہ نہیں کہ آپ کے بیان کو غلط کہا جائے ہوسکتا ہے کہ بعض کم فہم کم علم نا تجربہ کار لوگوں کے ذاتی اعمال وکردار سے کوئی صورت رونما ہو جائے یا کچھ اصحابِ اغراض لوگ ان نا تجربہ کار لوگوں کا اپنے مقاصد پورے کرنے کے لیے غلط طور پر استعمال کر لیں جس سے اس قسم کے فتنے پیدا ہوں، آپ کی تحریر کردہ صورت حال یقیناً بہت دکھ اور اذیت کی چیز ہے یہ بھی یقینی امر

ہے کہ اس قسم کی چیزوں (تعزیہ داری وغیرہ اور مدارس وخانقاہوں کی مخالفت یا توہین) کی ذمہ دار حضرات کی طرف سے ہرگز اجازت نہیں، ایسی چیزیں تبلیغ کے کام اور دین کو سخت نقصان پہنچانے والی ہیں، تبلیغی نمبروں میں ایک نمبر اکرام مسلم بھی ہے اصولی حیثیت سے وہ بہت قابل اہتمام ہے۔ حضرت مولانا محمد الیاسؒ کی طرف سے سخت ہدایت ہے کہ جس بستی میں جماعت جائے وہاں کے علماء اور مشائخ کی خدمت میں ضرور حاضر ہو اور ان کے اصولوں کی پابندی کرے، ان کو ہرگز دعوت نہ دے ان سے صرف دعا کی درخواست کرے، علماء اور طلباء کو ہدایت ہے کہ اس کام کی وجہ سے درس ومطالعہ تکرار کا حرج ہرگز نہ کریں۔ سالکین کو ہدایت ہے کہ اپنے اوراد ووظائف اور تسبیحات کو ہرگز ترک نہ کریں بلکہ زمانہ خروج میں شدت کے ساتھ پابندی کرے، راتوں میں تہجد اور ذکر وگریہ کی عام فضا اذکار ومراقبات کا اہتمام، مواخات ومؤاسات، ایثار وہمدردی، تواضع وانکسار، احتساب وانضباطِ اوقات، حقوق اللہ وحقوق العباد کی نگہداشت وغیرہ یہ وہ دینی امور ہیں جو خانقاہوں کا طرۂ امتیاز ہیں اور حق تعالیٰ نے مشائخ پر ان کا انعام فرمایا ہے۔

تبلیغی جماعت کے ذمہ دار حضرات کی پوری کوشش ہے کہ اللہ پاک ان امور کی طرف سے تمام مسلمانوں کو متوجہ فرمائے اور سب کے نفوس میں ان کو راسخ فرمادے تو پھر یہ کیسے کہا جاسکتا ہے کہ یہ جماعت خانقاہوں کے کام کو قدر کی نظر سے نہیں دیکھتی، علم وذکر کا نمبر اخلاص نیت کا نمبر آخر کس لیے ہے؟ جگہ جگہ جماعت نے مدارس دینیہ قائم کئے اور کررہی ہے، خود مرکز نظام الدین دہلی میں عربی مدرسہ ہے جہاں چھوٹی بڑی سب کتابیں پڑھائی جاتی ہیں۔ میں نے خود تبلیغ کے لیے جن اکابر علماء ومشائخ کو نکلتے اور ترغیب دیتے ہوئے دیکھا ہے چند کے نام یہ ہیں، حضرت مفتی کفایت اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ صدر جمعیۃ علماء ہند وصدر مدرسہ امینیہ دہلی میں جو میوات کے علاقہ میں ان کے ساتھ تھا۔ اور ان کو بہت نزدیک سے دیکھا ہے کہ ان کو تبلیغی کام سے کس قدر گہرا تعلق تھا، مفتی اشفاق الرحمٰن صاحب مفتی مدرسہ فتح پوری دہلی، مفتی جمیل احمد صاحب مفتی تھانہ بھون، مولانا اسعد اللہ صاحب مجاز حضرت تھانویؒ، حضرت مولانا محمد زکریا صاحب شیخ الحدیث مظاہر علوم سہارنپور مجاز حضرت مولانا خلیل احمد صاحبؒ، مولانا حسین احمد صاحب صدر مدرس دار العلوم دیوبند مجاز، حضرت مولانا رشید احمد صاحب گنگوہیؒ، حضرت مولانا ابوالحسن ندویؒ، حضرت مولانا منظور احمد نعمانیؒ وغیرہم۔ جب ایک کام اس

قدر عالم گیر ہو اور مسلمانوں کے گروہ دین سیکھنے کے لیے نکلیں تو ان سے بے اصولی اور غلطی ہونا بھی مستبعد نہیں، خاص کر ایسی حالت میں کہ ہر جماعت کو امیر عالم بھی میسر نہ آئے نہ ان کی غلطی کو سراہا جائے گا نہ ان کی غلطی کی وجہ سے تبلیغ سے بددل ہو کر کام کو چھوڑا جائے گا نہ تبلیغ کے فوائد و ضرورت سے صرف نظر کیا جائے گا۔ بلکہ خود غلطی سے بچتے ہوئے دوسروں کو غلطی سے بچانے کی کوشش کی جائے گی اور اس کی بڑی ذمہ داری ان علماء حضرات پر ہے جو غلطیوں کو دیکھ کر دلوں میں اعتراضات کا پہاڑ قائم کر لیں۔ اور اس کام سے دور ہی دور رہیں۔ ان کی ذمہ داری یہ ہے کہ وہ اس کام کو اپنا کام تصور کرتے ہوئے پوری قوت کے ساتھ شرکت کریں اور کم علم و فہم بھائیوں سے جو غلطی ہو اس کو شفقت و محبت کے ساتھ ان پر ترس کھاتے ہوئے ''الدین النصیحۃ'' کے پیش نظر بلطائف الحیل اصلاح فرمائیں وقت ملاقات اگر آپ زبانی تذکرہ فرماتے تو کچھ مزید عرض کرتا۔ والسلام

کوئی بات ناگوار خاطر گذرے تو معاف فرمائیں اس تحریر میں جو غلطی دیکھیں اصلاح فرمائیں اور مطلع فرمائیں شکر گذار رہوں گا۔ والسلام

احقر محمود عفی عنہ مدرسہ جامع العلوم کانپور

مفتی صاحب کے ۹ خطوط بہت مفصل مکاتیب محمودیہ کے نام سے مستقل رسالہ کی شکل میں بھی طبع ہو چکے ہیں جو رسالہ ''کیا تبلیغی کام ضروری ہے'' میں بھی طبع ہوئے ہیں، مکتوب ہذا ان نو مکاتیب میں سے آٹھواں ہے۔ اس کی تمہید میں ناشر نے لکھا ہے کہ مفتی صاحب کی شخصیت ان چند برگزیدہ ہستیوں میں سے ایک ہے جو ایام طالب علمی اور تبلیغ کے ابتدائی دور سے ہی کام میں دل چسپی اور حصہ لیتے رہے اور جہاں بھی رہے اپنے تعلیم و تدریس اور افتاء جیسے مشاغل کے ساتھ مرکز سے وابستہ رہے اور اسی کے زیر سایہ کام کرتے رہے اور اب بھی دارالعلوم دیوبند میں وقتاً فوقتاً طلبہ میں خطاب فرمایا کرتے ہیں، اور اس حیثیت سے بھی اور اس حیثیت سے کہ وہ ملک کے سب سے بڑے دینی ادارے کے صدر مفتی ہیں اور ان کے پاس تبلیغی جماعت سے متعلق بھی سوالات آتے رہتے ہیں جن کے جوابات ان کو دینے پڑتے ہیں ان خطوط کی صورت میں اس گرانقدر عطیہ پر بہت ہی مشکور و ممنون ہیں۔ ''فجزاہ اللہ خیر الجزاء'' اس مجموعہ کے علاوہ مفتی صاحب کے دوسرے خطوط بھی متعدد رسائل میں شائع ہو چکے ہیں۔

مولانا حفظ الرحمٰن ناظم جمعیۃ علماء اسلام کی توثیق

(ہ) مولانا حفظ الرحمٰن صاحب ناظم عمومی علماء تبلیغی اسفار میں بہت کثرت سے شرکت کرتے تھے، مجھے بھی مولانا مرحوم کے ساتھ میوات کے بعض جلسوں میں شرکت کی نوبت آئی، لیکن ۷ ۴ ء کے ہنگامے میں جتنی کثرت سے مولانا نے اجتماعات میں شرکت کی اس کا بیان سوانح یوسفی میں اس طرح لکھا ہے کہ "۷ ۴ ء میں مولانا حفظ الرحمٰن صاحب نے اپنی مجاہدانہ زندگی اور دیرینہ تعلق احساس فرض کی صفت کا پوری طرح مظاہرہ کیا...... مولانا محمد یوسف صاحب اور ان کے ہمراہیوں کی خبر گیری شب و روز رکھی۔ مولانا محمد یوسف صاحب ہمیشہ ان کے اس احسان کا ذکر کرتے رہے کہ جب کہ سب کی ہمتیں چھوٹ چکی تھیں اور اپنے بھی پرائے ہو رہے تھے مولانا حفظ الرحمٰن صاحب نے اپنا ہاتھ بڑھایا اور اپنی جماعت بتا بتا کر جہاں یہ جماعت جانا چاہتی بھیجتے اور اس کی حفاظت کا سامان کرتے۔ جماعت جب بھی کسی جگہ کے لیے پروانۂ راہداری مانگتی تو باوجود یہ کہ مولانا انتہائی مشغول ہوتے لیکن پروانۂ راہداری فوراً لکھ دیتے کہ یہ جماعت ہماری جماعت ہے اس پرچہ کو لے کر جماعت جہاں بھی جانا چاہتی چلی جاتی۔ کہیں بھی پولیس مزاحم نہ ہوتی اس کے علاوہ خود مولانا اپنا وقت نکال کر گشت کرتے ہوئے نظام الدین کثرت سے جاتے......

بعض اوقات جماعت کی طرف سے امور پیش آتے جو مولانا کو الجھن میں ڈال دیتے لیکن کسی وقت بھی ہمدردی اور شفقت کا ہاتھ نہ اٹھاتے اپنے رویہ میں ادنیٰ سا فرق نہ آنے دیتے۔ مولانا محمد یوسف صاحب کا ایک خاص مزاج تھا۔ وہ کسی ایسے اجتماع یا جلسے میں شریک نہ ہوتے جو صرف سیاسی ہو یا جس میں شرکت کرنے سے تبلیغی کام پر اثر پڑے۔ اس نازک موقعہ پر ایسے کئی حالات پیش آئے۔ ایک مرتبہ میوات میں گھاسیڑہ کے مقام پر ہندو مسلمانوں کا حکومتی پیمانہ پر ایک جلسہ کیا گیا، جس میں گاندھی جی سردار پٹیل اور پنڈت نہرو بھی شریک تھے۔

چونکہ یہ میوات کا علاقہ تھا اور مولانا محمد یوسف صاحب سے تعلق رکھنے والے اس کے باشندے تھے اور وہی لوگ فساد سے زیادہ متاثر تھے۔ لیکن یہ جلسہ خالص سیاسی طرز کا تھا...... اس لیے اس جلسہ میں شرکت نہ کرنے کا ارادہ کر لیا، مولانا حفظ الرحمٰن صاحب اور مولانا احمد سعید صاحب

بستی نظام الدین تشریف لے گئے اور مولانا سے فرمایا کہ آپ بھی اس جلسہ میں شریک ہوں، لیکن مولانا نے ان حضرات کے احترام کو ملحوظ نظر رکھتے ہوئے اپنی عدم شرکت کا اظہار فرمادیا۔ مولانا حفظ الرحمٰن صاحب نے مولانا کے صریح انکار اور اپنی پوزیشن کی نزاکت کے باوجود کسی قسم کی ناراضگی یا بیزاری کا اظہار نہیں کیا اور آئندہ بھی کبھی اس ناگواری کو زبان پر نہ لائے۔ اور دبی زبان سے بھی کبھی ذکر نہ کیا بلکہ ہر آڑے وقت برابر جماعتوں کی ہر طرح مدد کی اور جو بھی رکاوٹیں پیش آئیں ان کو دور کیا، یہی وہ مولانا کا طرز عمل تھا جس نے مولانا محمد یوسف صاحب کے دل کو تشکر اور ممنونیت سے بھر دیا تھا۔ مولانا حفظ الرحمٰن صاحب کا بھی وہ احسان ہے جس کو ہمیشہ یاد کیا گیا اور مرکز کے ہر بڑے چھوٹے نے اس کا کھلے دل سے اعتراف کیا۔ (سوانح یوسفی)

مولانا حفظ الرحمٰن صاحب کی طرف سے ابتداء میں تو اپنی جماعت کے اندر بھی لیکن اب اپنی جماعت میں تو علی الاعلان یہ الزام نہیں رہا، لیکن مخالفین کا مکالمۃ الصدرین کی ایک عبارت کو بہت جلی قلموں سے شائع کرتے ہیں کہ اہل تبلیغ کو حکومت (انگریزوں) کی طرف سے روپے ملتے ہیں، اب تو وہ حکومت بھی نہیں رہی وہ دور بھی ختم ہوگیا۔ لیکن چونکہ اس عبارت سے اب بھی غلط فہمی پھیلاتے ہیں اس لیے مجھے مستقل نمبر پر جو ۱۳ نمبر میں آرہا ہے لکھنا پڑا۔ لوگ مولانا کی طرف نسبت کیے ہوئے جھوٹے الفاظ کو بہت کثرت سے شائع کرتے ہیں اور مولانا مرحوم کی مؤکد تردید کو جو مولانا نے "وَكَفٰى بِاللّٰهِ شَهِيدًا" کے ساتھ کی ہے نظر انداز کردیتے ہیں۔ مولانا مرحوم نے تو ہمیشہ اس جماعت کو اپنی جماعت بیان کیا اور ۴۷ء کے ہنگامہ میں جہاں کہیں پروانۂ راہداری کی ضرورت پیش آئی یہی الفاظ کہ "یہ ہماری جماعت ہے" لکھ کردیے۔

مفتی عزیز الرحمٰن بجنوریؒ

(و) مفتی عزیز الرحمٰن صاحب بجنوری نے تو مولانا یوسف صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی ایک مستقل سوانح لکھی ہے جس میں اس کام کی اہمیت اس کے دینی منافع اور مولانا یوسف صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا علماء کے ساتھ احترام کا معاملہ اور ان کے واقعات بہت کثرت سے لکھے ہیں، وہ ایک جگہ لکھتے ہیں کہ:

"حضرت جی فرمایا کرتے ہیں کہ موجودہ مغربیت کا توڑ تبلیغی جماعتوں کی بے حد وحساب نقل وحرکت

اوران چھ نمبروں کی اشاعت پر ہے۔اس پر عاجز نے بہت سوچا بالآخر شرح صدر ہو گیا اور اب میں یقین کے ساتھ کہتا ہوں کہ دنیا و آخرت کی کامیابیاں ادھر ہیں۔ مجھے جملہ اکابر کی آراء نہ مقصود ہیں اور نہ تتبع و تلاش کی فرصت ہے، جن حضرات کی تبلیغ کے ساتھ اہمیت حافظہ میں محفوظ تھی وہ لکھوا دیا ورنہ اگر تتبع کیا جائے تو علماء کرام اور اہل الرائے سینکڑوں نہیں ہزاروں ملیں گے جنہوں نے اس مبارک کام کو سمجھا، دیکھا اور اس کی اہمیت کو محسوس کیا۔اس کے خلاف اگر چند اکابر یا علماء اس کی مخالفت نہ کریں تو کوئی اشکال کی بات نہیں، دین کا کون سا کام ایسا ہے جس میں اختلاف نہیں ہے۔البتہ میرے ذہن میں پختہ ہے کہ جن حضرات نے مخالفت فرمائی ہے وہ صرف غیر محقق روایات پر مبنی ہے۔خود نظام الدین جا کر یا اجتماعات میں شرکت کر کے ملاحظہ کرنے کی نوبت نہیں آئی۔اسی لیے جب مجھ سے کوئی شخص کوئی اعتراض کیا کرتا ہے تو میرا پہلا سوال یہ ہوتا ہے کہ آپ نے نظام الدین میں کتنا قیام کیا اور اس مبارک کام میں کتنے چلے دیے تا کہ میں اندازہ کرسکوں کہ یہ آپ کی اپنی رائے ہے یا محض روایات پر مبنی ہے۔

ڈاکٹر ذاکر حسین مرحوم اور لندن کا پہلا گشت

(د) ڈاکٹر ذاکر حسین مرحوم صدر جمہوریہ ہونے سے پہلے بلکہ ۴۷ء کے ہنگامہ سے پہلے بہت کثرت سے نظام الدین تشریف لاتے تھے اور لندن میں جو سب سے پہلا تبلیغی گشت ہوا اس کی سرکردگی بھی ڈاکٹر صاحب ہی نے کی تھی کہ ڈاکٹر صاحب اپنی کسی ضرورت سے لندن گئے ہوئے تھے وہاں تبلیغی جماعت سب سے پہلے پہنچی چونکہ بہت پہلے سے اس جماعت سے واقف تھے، جامعہ ملیہ میں یہ جماعت کثرت سے جاتی رہتی تھی اس لیے ڈاکٹر صاحب نے لندن میں سب سے پہلا گشت اس جماعت کو کرایا۔ایک کتاب ہے ''بیس بڑے مسلمان'' اس میں ڈاکٹر صاحب کا ایک خط نقل کیا ہے جس کا مضمون یہ ہے ''اس اہم کام (تبلیغ دین) کی انجام دہی کا جو نظم مولانا محمد الیاس صاحبؒ نے قائم فرمایا ہے اس کو دیکھنے اور سمجھنے کا موقعہ مجھے پچھلے دنوں نصیب ہوا اس کام کی سچی روح مجھے اس نظم میں کارفرما دکھائی دیتی ہے۔ایمان اور یقین بحث اور دلیل سے پیدا نہیں ہوتے کسی کو یہ دولت نصیب ہو تو دوسروں تک بھی اسے منتقل کر دیتا ہے اپنے دل کی آگ سے دوسروں کے سینے بھی گرماتا ہے اور

اپنے عمل کی بھی بے چینی سے بے عملوں کی عروق مردہ میں بھی خون زندگی دوڑا دیتا ہے۔ فقط

ڈاکٹر ذاکر حسین کے متعلق میں نے اپنے حافظہ سے لکھا تھا کہ لندن کا سب سے پہلا اجتماع ان کی سرکردگی میں ہوا، ایک دوست نے بتایا کہ سوانح یوسفی میں اس واقعہ کو بہت تفصیل سے لکھا ہے، اس میں لکھا ہے کہ حضرت مولانا الیاس صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے تعلق رکھنے والوں میں کئی ایسے اہل علم اور مغربی علوم سے واقف اور یورپ کے تمدن سے گہری واقفیت رکھنے والے حضرات تھے۔ ان میں سرفہرست ڈاکٹر ذاکر حسین خاں صاحب شیخ جامعہ ملیہ اور حال صدر جمہوریہ ہند ہیں۔ مدتوں سے یہ حضرات مولانا الیاس صاحب کی خدمت میں آتے جاتے تھے اور حضرت مرحوم سے گہرا تعلق ہو گیا تھا۔ اور اس تحریک کے مؤیدین میں سے تھے۔

۲۰ جنوری ۱۹۴۶ء میں ان ہی دو (ڈاکٹر ذاکر صاحب اور جناب راحت رضوی صاحب) کے ذریعہ لندن میں تبلیغ کا ابتدائی گشت شروع ہوا جو لوگ لندن کی ہماہمی سے واقف ہیں وہ بخوبی اندازہ لگا سکتے ہیں کہ اس ملک میں خالص دینی اور تبلیغی کام جب کہ اس میں گشت جیسے عمل کو ایک ضروری جزو قرار دیا گیا ہے کتنا مشکل اور نامانوس ہوگا، اس زمانہ میں ڈاکٹر ذاکر حسین صاحب ایک تعلیمی کانفرنس میں لندن گئے ہوئے تھے۔ انہوں نے لندن میں اس گشت کا افتتاح کیا۔ چونکہ ڈاکٹر صاحب علمی دنیا میں ایک ممتاز درجہ رکھتے ہیں اور عالم گیر شہرت کے مالک ہیں اس لیے لندن کے رہنے والوں نے ادھر توجہ کی اس گشت کے امیر و قائد راحت رضوی صاحب لکھنوی ہوئے۔ یہ گشت بڑا مبارک ثابت ہوا اور اس سے مقامی کام کی ابتداء ہوئی۔

(اشکال نمبر ۱۱) تبلیغ میں جبر سے کام لیا جاتا ہے

ایک اعتراض یہ بھی کثرت سے کانوں میں پڑتا رہا کہ اہل تبلیغ لوگوں پر جبر کرتے ہیں اور زبردستی کرتے ہیں۔ میرا خیال یہ ہے کہ جبر و زبردستی میں اور اصرار و الحاح میں بہت فرق ہے عوام کے سمجھنے کی چیز تو نہیں مگر علماء کے سمجھنے کی چیز ضرور ہے کہ اکراہ کی کیا تعریف ہے۔ مجھے سینکڑوں نہیں ہزاروں جلسوں میں شرکت کی نوبت آئی۔ اصرار اور ترغیبیں تو بہت کثرت سے سننے میں آئیں۔ لیکن زبردستی کرتے تو میں نے دیکھا نہیں اور اصرار کو زبردستی کہنا مشکل ہے۔ حضرت دہلوی کا

یہ کتاب

دراصل حضرت شیخ الحدیث مولانا زکریاؒ کی تصنیف

جماعت تبلیغ پر اعتراضات کے جوابات

اضافہ شدہ ایڈیشن کا ایک چیپٹر ہے۔

جسے حضرت حافظ اسلم زاھد صاحب نے ترتیب دیا ہے۔

جسے افادہ عام کی غرض سے الگ سے شائع کیا جارہا ہے۔

اللہ مصنف کو بہترین جزائے خیر عطا فرمائے۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

پوری کتاب نیچے کے لنک پر ڈاون لوڈ کرسکتے ہیں

http://ia601701.us.archive.org/3/items/JamatETableeghPerAiterazaatKayJawabaatByShaykhHafizMuhammadAslam/JamatETableeghPerAiterazaatKayJawabaatByShaykhHafizMuhammadAslamZahid.pdf

https://nmusba.wordpress.com/2013/07/02/jamat-e-tableegh-per-aiterazaat-kay-jawabaat-by-shaykh-hafiz-muhammad-aslam-zahid/

مزید کتابیں ان لنک پر موجود ہے

http://islamic-book-library.blogspot.in/

https://nmusba.wordpress.com/category/tableegh/